ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

۱۸رتا۲۴رمارچ ۲۰۲۲ء—۱۴رتا۲۰رشعبان۱۴۴۳ھ شمارہ:۱۱ جلد:۳۵

Year-35 Issue-11 18 - 24 March 2022 Page 16

ملک میں شرانگیزی کے روزافزوں واقعات پر حکومت کی

خاموشی

جسٹس مدن لوکر کا اظہارِ تشویش

ریٹائرڈ جسٹس مدن لوکر نے ملک کے موجودہ حالات پر اظہارِ تشویش کرتے ہوئے صحیح ہی کہا ہے کہ یہ ملک کے آزاد جمہوری اور سیکولر نظام کے لئے خطرہ کی گھنٹی ہے۔

محمد سالم جامعی

ہندستان میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شرانگیزی کی مہم کوئی نئی بات نہیں ہے۔ دراصل یہ مہم بھی اسی اسلاموفوبیا کا حصہ ہے جس میں پورا یوروپ اور اسلام دشمن طاقتیں گرفتار ہیں اور ہندستان میں ان کی نمائندگی کا فریضہ وہ سنگھی ٹولہ انجام دے رہا ہے جس کی زندگی اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں پوشیدہ ہے۔ یہ اسلاموفوبیا کبھی قرآن کی مخالفت میں انگڑائیاں لینے لگتا ہے، کبھی اذان کے نام پر ان کا صوتی آلودگی کے نام پر دم گھٹنے لگتا ہے، کبھی قربانی انھیں ظالمانہ عمل لگنے لگتا ہے، کبھی مسجدوں کے منبر ومحراب انھیں کچوکے لگانے لگتے ہیں، کبھی انھیں ان کے دینی مدارس دہشت گردی کے اڈے نظر آنے لگتے ہیں اور کبھی ان کی آبادی ان کے لیے سوہانِ روح بن جاتی ہے۔ آجکل انھیں حجاب نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ یہ سلسلہ اسی وقت سے جاری ہے جب سے ۱۹۲۵ء میں سنگھ قائم ہے۔ انگریزی سامراج کے دور میں یہ سنگھی ٹولہ برٹش امپائر کا غلام تھا اور وہ اس سے اپنی مطلب براری کا کام لیتا تھا۔ آزادی کے بعد اس نے ہندوراشٹر اور ہندوتوا کا نام لے کر ملک کے عوام کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع کیا تاکہ ملک کی یہ دوسری بڑی اکثریت نہ خود اپنی تعمیر وترقی میں آگے بڑھ سکے اور نہ ہی ملک کی تعمیر وترقی میں اپنا واجبی کردار ادا کرسکے۔ سنگھی ٹولہ کی یہ نفرت انگیز اور شروفساد پر مبنی سرگرمیاں اگرچہ گذشتہ پچانوے سالوں سے جاری ہیں مگر گذشتہ سات سالوں سے جب سے ملک کے مرکزی اقتدار پر مودی جی کی قیادت میں بی جے پی حکومت قائم ہوئی ہے سنگھی ٹولہ اپنی ان شرانگیزیوں میں بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ (باقی ص۱۲ پر)

اندر پڑھیے

• آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا ص۵ • ہندستان میں اسلامیات پر تحقیقات: مخفی گوشے سامنے لانے کی ضرورت ص۸
• **مکتب کی تعلیم**: مسائل، مراحل اور حل: ایک جائزہ ص۹ • شب برأت: رحمت ومغفرت کی مقدس رات ص۱۰

وسطی ایشیا کے مسلم ممالک ہندستان کی نئی مہم

وسطی ایشیائی ممالک اور خطے کے ساتھ ہندستان کے دیرینہ تعلقات کی نشانی قدیم شاہراہ ریشم یعنی کہ سلک روڈ سے لگایا جا سکتا ہے، جس کے ذریعہ سامان، مختلف ملکوں کے عوام اور خیالات وکلچر بہتے تھے۔ جغرافیائی طور پر وسطی ایشیا صدیوں سے خطے کی اہم سیاسی اور اقتصادی تبدیلیوں کے سنگم پر موجود رہا ہے جبکہ شاہراہ ریشم کے ذریعے ہونے والے تبادلے کی وجہ سے ہندوستان اور وسطی ایشیائی ممالک کے درمیان دیرینہ روابط ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ جنھیں حال ہی میں ہندوستان نے دوبارہ تجدید کرنے کی نئی کوششیں شروع کی ہیں۔

ہندوستان نے گزشتہ جنوری میں پانچ وسطی ایشیائی جمہوریہ جن میں قازقستان، کرغزستان، تاجکستان، ترکمانستان اور ازبکستان کے صدور کے ساتھ ایک ورچوئل سربراہی اجلاس منعقد کر کے اپنے عزم کو ظاہر کیا، اس سے قبل ہندوستان کا پروگرام یہ تھا کہ یوم جمہوریہ کی پریڈ میں ان صدور کو بطور مہمان خصوصی شرکت کے لیے ہندوستان آنے کی دعوت دی جائے۔ لیکن کوویڈ کی سفری پابندیوں کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہوسکا، تو ہندوستان نے یہ ورچوئل اجلاس منعقد کیا۔

بھارت کی نئی مہم

جیسا کہ توقع کی جارہی تھی کہ افغانستان کا مسئلہ سربراہی اجلاس کے ایجنڈے کے مرکزی موضوعات میں سرِفہرست رہا۔ وزیراعظم مودی اور پانچ صدور نے دہشت گردی اور منشیات کی اسمگلنگ سے نمٹنے جیسے مسائل پر وسیع اتفاق رائے کے ساتھ افغانستان پر ایک مشترکہ ورکنگ گروپ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔

وزیراعظم مودی نے CARs کے ساتھ باہمی تعلقات میں دونوں کے لیے تین توجہ مرکوز کرنے والے منصوبے کا خاکہ پیش کیا؛ ایک مربوط اور مستحکم ہمسائیگی کے ہندوستان کے وژن میں وسطی ایشیا مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور ہندوستان اور وسطی ایشیا کے درمیان تعاون علاقائی سلامتی اور خوشحالی کے لیے ضروری ہے، دوسرا مختلف سطحوں پر اور مختلف اسٹیک ہولڈرز کے درمیان باقاعدہ بات چیت کا فریم ورک قائم کرنا، اور آخر میں مستقبل کے ممکنہ تعاون کے لیے ایک باعزم روڈ میپ تیار کرنا ہے۔ وزیراعظم مودی نے اس موقع پر دوطرفہ سطح پر تمام وسطی ایشیائی ریاستوں کے ساتھ ہندوستان کے قریبی تعلقات کا بھی حوالہ دیا، اور ان میں سے ہر ایک کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا۔ انہوں نے قازقستان کو ہندوستان کی توانائی کی سلامتی کے لیے ایک اہم شراکت دار قرار دیا۔

انہوں نے اس حقیقت پر روشنی ڈالی کہ ہندوستان کی ریاستی حکومتیں ازبکستان کے ساتھ بڑھتے ہوئے تعاون میں فعال شراکت دار ہیں، جبکہ کرغزستان کے ساتھ تعلیم اور موسمیاتی تحقیق میں فعال شراکت داری ہے۔ مودی نے ترکمانستان کو علاقائی رابطوں کے لیے ہندوستان کے وژن کا ایک اہم حصہ قرار دیا، اور کہا کہ یہ ”اشک آباد معاہدے“ میں ہماری شرکت سے ظاہر ہے۔ تاجکستان کے ضمن میں، انہوں نے کہا کہ ”دونوں ملکوں کے دفاعی شعبے میں دیرینہ تعاون رہا ہے۔ اور ہم اسے مسلسل مضبوط کررہے ہیں۔“

CARs کی اہمیت

پچھلی دہائی میں، وسطی ایشیائی ممالک بھی خاص طور پر اقتصادی اور سلامتی کے شعبوں میں قابل عمل شراکت داروں کی جستجو میں رہے۔ اس کی وجہ بنیاد پرستی اور دہشت گردی سے نمٹنے میں دوسرے ملکوں کے ساتھ مشترکہ شراکت داری ایک اہم حصہ تھا اور ساتھ ہی ساتھ سیکورٹی اور وسائل کی کمی، افغانستان میں سیکورٹی کی مسلسل بدلتی ہوئی صورتحال اور وسطی ایشیا میں موجود سیاسی اختلافات بھی وابستہ خدشات نے بھی ایک اہم کردار ادا کیا۔ ماضی میں ہندوستان کی UPA-II کی طرف سے شروع کی گئی ”کنیکٹ سینٹرل ایشیا پالیسی“ کے ساتھ ہندوستان نے پوری جانفشانی سے اپنی رسائی کا آغاز کیا، بعد میں وزیراعظم مودی ۲۰۱۶ء میں پانچوں ممالک کا دورہ کرنے والے پہلے ہندوستانی سربراہ بنے۔

ہندوستان نے خطے کے ساتھ دو سطحوں پر کثیر الجہتی اشتراک بھی شروع کیا ہے۔ پہلا علاقائی رابطے کے ذریعے ہے، جس میں طویل عرصے سے تاخیر کا شکار منصوبوں کو جلد از جلد پورا کرنے کے لیے نئے منصوبے بنائے گئے ہیں۔ ایران اور بھارت کے درمیان چابہار بندرگاہ کو ترقی دینے کے معاہدے پر دستخط کے بعد اس کوشش کو فروغ ملا۔ یہ بندرگاہ اب تجارتی طور پر کام کرنے لگی ہے۔ اس کے علاوہ، ایران کے راستے ہندوستان اور وسطی ایشیا کے درمیان سامان کی نقل وحمل کو آسان بنانے کے لیے، ہندوستان نے ۲۰۱۸ء میں ”اشک آباد معاہدے“ میں شمولیت اختیار کی جس میں ایران، عمان، ترکمانستان اور ازبکستان شامل ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ہندوستان نے شنگھائی تعاون تنظیم میں ۲۰۱۷ء میں اس کے مکمل رکن کے طور پر شمولیت اختیار کی جو کہ خطے کی دیگر سرکردہ تنظیموں اور ممالک کے ساتھ اقتصادی اور سلامتی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک فعال تنظیم تھی جو کہ دنیا کے لیے ممکنہ طور پر مستقبل میں نقصان دہ ثابت ہوسکتے تھے اور ان کے حل کے لیے SCO میں ہندوستان بااثر کردار ادا کرسکتا تھا۔

ہندوستان اور پانچ وسطی ایشیائی ممالک کی ورچوئل کانفرنس کے اختتام پر کئی مثبت پیش رفت سامنے آئی ہیں۔ ان ممالک کے ساتھ ہندوستان کے سفارتی تعلقات کے قیام کے تیس سال مکمل ہونے کی یاد میں منعقد ہونے والی اس تقریب میں علاقائی روابط اور سلامتی کو فروغ دینے کے لیے تعاون کو اگلی سطح تک لے جانے پر اتفاق رائے کا مشاہدہ بھی کیا گیا۔

ہندوستان اور پانچ وسطی ایشیائی ممالک کی ورچوئل کانفرنس کے اختتام پر کئی مثبت پیش رفت سامنے آئی ہیں۔ ان ممالک کے ساتھ ہندوستان کے سفارتی تعلقات کے قیام کے تیس سال مکمل ہونے کی یاد میں منعقد ہونے والی اس تقریب میں علاقائی روابط اور سلامتی کو فروغ دینے کے لیے تعاون کو اگلی سطح تک لے جانے پر اتفاق رائے کا مشاہدہ بھی کیا گیا۔ اس کے علاوہ رہنماؤں نے ہندوستان-وسطی ایشیا تجارت کو اور فروغ دینے پر اتفاق کیا، جو کہ اس وقت صرف دو بلین ڈالر ہے، جبکہ چین کا ان ملکوں کے ساتھ ۴۰ بلین ڈالر کا سالانہ کاروبار ہے۔ وزیراعظم نریندر مودی اور پانچ صدور نے دہشت گردی اور منشیات کی اسمگلنگ سے نمٹنے جیسے مسائل پر وسیع اتفاق رائے کے ساتھ افغانستان پر ایک مشترکہ ورکنگ گروپ قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔

۱۹۹۰ء کی دہائی میں، جب ان پانچ ملکوں نے آزادی حاصل کی تھی، تب ہندوستان کو سرد جنگ کے بعد کے ابھرتے ہوئے بین الاقوامی نظام اور گھریلو اقتصادی اصلاحات کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے کے دو چیلنجوں کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے باوجود ہندوستان نے اپنی اس وقت کی پالیسی میں خطے کے مختلف ممالک خصوصاً CARS کے ساتھ اپنے تعلقات کی توسیع اور اشتراک پر بہت زیادہ زور دیا تھا۔

وسطی ایشیا کی ریاستوں کی تشکیل کے فوراً بعد سابق بھارتی وزیراعظم پی وی نرسمہا راؤ نے ۱۹۹۳ء میں ازبکستان اور قازقستان کا دورہ کیا، اس کے بعد ۱۹۹۵ء میں ترکمانستان اور کرغزستان کا دورہ کیا، اس کے علاوہ ہندوستانی تجارت، سرمایہ کاری اور خطے میں ترقیاتی امداد کو بڑھانے پر توجہ مرکوز کرنے والے معاہدوں کے علاوہ، اس دورے نے مشترکہ سیکولر اقدار پر بھی زور دیا۔ اور مشترکہ خطرات، مذہبی بنیاد پرستی، نسلی تعصب، دہشت گردی، منشیات کی مالی اعانت سے چلنے والے تشدد اور جرائم کی طرف توجہ مبذول کروائی۔ یہ مشترکہ سیکورٹی مفادات خطے کے ساتھ ہندوستان کی مصروفیت کے پیچھے اہم محرک تھے۔ کچھ مبصرین کا خیال ہے کہ یہ ایک ’لُک نارتھ پالیسی‘ کے ذریعے بیان کیا گیا تھا جس میں مشترکہ خدشات کے ساتھ ساتھ ’کسی تیسرے ملک کو نقصان پہنچائے بغیر استحکام اور تعاون کو فروغ دینے کی خواہش پر زور دیا گیا تھا۔

خطے کے ساتھ ہندوستان کا فوجی تعاون زیادہ تر فوجی تعلیم اور تربیت تک محدود رہا ہے، جس میں خطے کے افسران نے ہندوستان کے فوجی اداروں میں کورسز میں شرکت کی، خطے میں فوجی تربیتی اداروں کو بنیادی ڈھانچے کی مدد کے ساتھ ساتھ فیلڈ اسپتالوں کا قیام بھی شامل ہے۔ محدود پیش رفت کے باوجود، خطے میں ہندوستان کی بڑھتی ہوئی دلچسپی اس کی ’کنیکٹ سینٹرل ایشیا پالیسی‘ کی شکل میں ابھر کر سامنے آئی ہے۔ ۲۰۱۲ء میں بشکیک میں ایک خطاب کے دوران اس پالیسی کی نقاب کشائی کرتے ہوئے، اس وقت کے ہندستانی وزیر مملکت برائے امور خارجہ ای احمد نے دنیا کے ساتھ وسطی ایشیا کے جاری سیاسی اور اقتصادی انضمام کی طرف توجہ مبذول کروائی اور ہندوستان کے پھیلے ہوئے پڑوس میں خطے کے مقام کو اجاگر کیا۔ خطے کے ساتھ معاشی تعاون کی مایوس کن حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہوئے، پالیسی میں سٹریٹجک اور سیکورٹی تعاون پر توجہ مرکوز کی گئی، جس میں افغانستان، توانائی اور دیگر قدرتی وسائل کے ساتھ ساتھ رابطے پر قریبی مشاورت بھی شامل تھی۔

چین اور CARs

چین کی ان ممالک کے ساتھ تعلقات کو مسلسل مضبوط کرنے کی کوششوں کے درمیان، جو آٹھ رکنی شنگھائی تعاون تنظیم کا حصہ بھی ہیں اور جس میں ہندوستان بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ بیجنگ کو جو چیز جغرافیائی اور سیاسی برتری دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی سرحدیں پانچ میں سے تین ممالک کے ساتھ ملتی ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ باآسانی ان ملکوں کے ساتھ باہمی تجارت کرسکتا ہے۔

چین ان مملک کے ساتھ اپنے باہمی تعلقات کو ہندوستان کی بہ نسبت اور زیادہ فروغ دینے کی کوششوں میں ہمیشہ مشغول رہتا ہے۔ اس کا اندازہ اس کی حالیہ اس حرکت سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے سربراہی اجلاس سے دو دن قبل ہی چینی صدر شی جن پنگ نے وسطی ایشیائی رہنماؤں کے ساتھ ایک اور دوسرا اور چوئل اجلاس منعقد کیا اور افراتفری میں منعقد کیے گئے اس اجلاس میں ان ممالک کے لیے ۵۰۰ ملین ڈالر کی مزید امداد کا اعلان کیا۔ انہوں نے علاقائی اہمیت کے کئی بڑے منصوبوں کی فہرست بھی دی جو مکمل ہو چکے ہیں، جن میں چین-وسطی ایشیا قدرتی گیس پائپ لائن، چین-قازقستان خام تیل کی پائپ لائن، چین، کرغزستان، (باقی صفحہ ۱۴ پر)

دریچۂ پاکستان

شیخ خالد زاہد

روس-یوکرین تنازع: عالمی معیشت پر اثرات

اس وقت دنیا کی نظریں یوکرین پر روس کے جارحانہ حملے پر مرکوز ہیں۔ یوکرین کی یورپی یونین اور نیٹو کی رکنیت حاصل کرنے کی خواہش روسی حملے کی بنیاد بنی لیکن یوکرین نہ تو نیٹو اور نہ ہی یورپی یونین کا ممبر بن سکا۔ موجودہ صورتحال میں دنیا دو گروپس میں تقسیم ہوچکی ہے۔ پہلے گروپ میں چین، روس اور پاکستان اور ان کے اتحادی جبکہ دوسرے گروپ میں امریکہ، اسرائیل، بھارت اور ان کے اتحادی شامل ہیں۔

امریکہ، چائنا سی کے گرد ممالک جاپان، فلپائن، تائیوان، ہانگ کانگ، جنوبی کوریا، ویت نام، ملائیشیا، انڈونیشیا، برونائی اور آسٹریلیا کو چین کے خلاف اکسانے میں کسی حد تک کامیاب ہوگیا ہے جبکہ یورپی ممالک روس سے جنگ نہیں چاہتے کیونکہ روس، یورپ کو گیس سپلائی کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے۔ موجودہ صورتحال میں چین نے ایران کو بھارتی اثر ورسوخ سے نکال لیا ہے۔ اس سلسلے میں عرب ممالک کا فیصلہ ابھی باقی ہے۔ چین نے سعودی عرب اور دیگر ممالک کو تیل کی تجارت ڈالر میں کرنے کے بجائے اپنی اپنی کرنسیوں میں کرنے کی پیشکش کی ہے جو امریکی ڈالر کے لیے بڑا دھچکا ہوگا۔ سعودی عرب اگر چین کے بلاک میں آنے کے بجائے امریکہ کا حامی رہتا ہے تو چین، سعودی عرب کے بجائے ایران اور روس سے تیل خرید سکتا ہے۔

چین، سعودی عرب سے سالانہ چالیس ارب ڈالر کا تیل خریدتا ہے جبکہ ایران، چین کو یہ تیل آدھی قیمت پر دینے کو تیار ہے۔ آئی ایم ایف کے سربراہ نے روس، یوکرین تنازع سے عالمی معیشت پر منفی اثرات کی پیش گوئی کی ہے۔ تیل کی قیمت بڑھ کر ایک سو بیس ڈالر فی بیرل تک پہنچ چکی ہیں۔

روس کی اسٹاک مارکیٹ چالیس فیصد گرگئی ہے جبکہ پاکستان سمیت عالمی اسٹاک مارکیٹ بھی کریش ہوئی ہے۔ سونے اور ڈالر کی قیمت میں ریکارڈ اضافہ ہوا ہے۔ انٹرنیشنل بانڈز کی قیمتیں دس فیصد سے زائد گرگئی ہیں اور سو ڈالر کا پاکستانی بانڈ پچھتّر ڈالر پر آ گیا ہے۔

پاکستان کا فیول امپورٹ بل پہلے ہی تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے باعث ناقابلِ برداشت حد تک بڑھ چکا ہے، ملک مزید اضافے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ امریکہ اور یورپ نے روس پر اقتصادی پابندیاں عائد کردی ہیں۔ روس سے یورپ امریکہ کے لیے تمام فلائٹس بند کردی گئی ہیں، روسی کرنسی روبل کی قدر دس فیصد کم ہوئی ہے۔ یورپی اور امریکی بینکوں میں روس کے تمام اثاثے اور فنڈز منجمد کردیئے گئے ہیں۔

روس اور یوکرین دنیا کی چالیس فیصد گندم پیدا کرتے ہیں، یوکرین دنیا میں گندم ایکسپورٹ کرنے والا تیسرا بڑا ملک ہے۔ گندم اور گیس کی سپلائی متاثر ہونے سے فوڈ سیکورٹی اور دیگر معاشی مسائل جنم لیں گے۔ پاکستان کے تقریباً چار ہزار طلباء میڈیکل اور دوسرے شعبوں میں تعلیم حاصل کررہے تھے جن میں سے زیادہ تر کو ہنگامی بنیادوں پر وطن واپس لایا گیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ امریکہ اپنے دشمنوں سے زیادہ دوستوں کو ڈستا ہے جبکہ چین اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اسرائیل کی کوشش ہوگی کہ وہ خود جنگ میں نہ کودے بلکہ امریکہ، بھارت اور اتحادیوں کے ذریعے چین کو شکست دے جو پہلی جنگِ عظیم میں امریکہ کی پالیسی تھی جب روس، برطانیہ، فرانس بمقابلہ جرمنی، آسٹریا، ہنگری اور سلطنتِ عثمانیہ تھے۔

امریکہ پہلے تین سال دونوں فریقوں کو اسلحہ فروخت کرکے پیسے کماتا رہا اور آخری سال جب روس، انقلاب کے بعد جنگ سے باہر ہوا اور دونوں فریقین طویل لڑائی کے نتیجے میں کمزور ہوگئے تو امریکہ نے جنگ کرکے کامیابی حاصل کی۔ اسرائیل کی بھی اب وہی پالیسی ہوگی۔

یوکرین مشرقی یورپ کا ملک ہے جہاں ۸۵ فیصد مسیحی، دو فیصد مسلمان اور دیگر مذاہب کے لوگ رہتے ہیں، روس سے آزادی حاصل کرنے والی ریاستوں میں قازقستان کے بعد یوکرین رقبے کے لحاظ سے دوسرا بڑا ملک ہے جس کا رقبہ ۶۰۳۵۴۸ اسکوائر کلومیٹر ہے۔ یوکرین کی سرحدیں مغرب میں پولینڈ، سلوواکیہ اور ہنگری، جنوب میں رومانیہ اور مالدووا سے ملتی ہیں۔

یوکرین ۴۱.۲ ملین کی آبادی کے ساتھ یورپ کا آٹھواں سب سے زیادہ آبادی والا ملک ہے جس کی فی کس آمدنی ۳۱۰۰ ڈالر ہے۔ یوکرین ۱۹۲۰ء سے ۱۹۹۱ء تک روس کا حصہ رہا ہے تاہم ۲۴؍اگست ۱۹۹۱ء کو یوکرین نے روس سے مکمل آزادی کا اعلان کردیا۔ یوکرین کی روس کے مقابلے میں دفاعی قوت نہ ہونے کے برابر ہے۔ امریکہ اور یورپ عملی طور پر یوکرین کی مدد کے لیے نہیں آرہے، اس صورتحال میں روس، یوکرین پر قبضہ کرکے اپنی مرضی کی حکومت مسلط کرسکتا ہے۔

پاکستان کو امریکہ اور یورپ کے ساتھ خطے میں چین اور روس کے ساتھ پاک چین اقتصادی راہداری، گیس پائپ لائن اور اسٹیل مل کے منصوبوں کے ذریعے اپنے روابط بڑھانے کی ضرورت ہے۔ وزیراعظم پاکستان کی روسی حملے کے دوران روسی صدر پیوٹن سے ماسکو میں ہونے والی تین گھنٹے کی طویل ملاقات میں دیگر اہم امور کے علاوہ توانائی، تجارت، افغانستان کی علاقائی صورتحال اور اسلاموفوبیا پر تبادلہ خیال کیا گیا لیکن پاک روس بڑھتے تعلقات کے باعث برطانیہ نے روس سے ناراضی کی وجہ سے مشیر قومی سلامتی معید یوسف کا دورہ برطانیہ منسوخ کردیا۔

یورپی یونین نے پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ یوکرین پر روسی حملے کی مذمت کرے جبکہ FATF نے ۲۷ میں سے ۲۶ شرائط پوری کرنے کے باوجود پاکستان کو دہشت گرد فنانسنگ روکنے میں ناکامی پر گرے لسٹ میں برقرار رکھا ہے اور اگر یہی حالات برقرار رہے تو مستقبل قریب میں GSP پلس، IMF اور FATF کی تلواریں پاکستان پر بدستور لٹکتی رہیں گی۔

پاکستان کو چاہئے کہ وہ امریکہ، یورپ سے اپنے تعلقات خراب کئے بغیر روس یوکرین تنازع میں غیر جانبدار رہے جو ہماری کامیاب خارجہ پالیسی کا مظہر ہوگا کیونکہ موجودہ نازک معاشی صورتحال میں پاکستان، امریکہ اور یورپ کی ناراضی اور مخالفت کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

جواھر القرآن

سورۂ الاحزاب-۳۳ | ترجمہ آیات: ۱۰ | **حضرت شیخ الہندؒ**

○ جب چڑھ آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے (ف۱) اور جب بدلنے لگیں آنکھیں (ف۲) اور پہنچے دل گلوں تک (ف۳) اور اٹکلیں لگانے لگے تم اللہ پر طرح طرح کی اٹکلیں (ف۴)

فوائد: ——— **علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**

ف۱ یعنی مدینہ کی شرقی جانب سے جو اونچی ہے اور غربی جانب سے جو نیچی ہے۔

ف۲ یعنی دہشت و حیرت سے آنکھیں پھرنے لگیں اور لوگوں کے تیور بدلنے لگے۔ دوستی جتانے والے لگے آنکھیں چرانے۔

ف۳ یعنی خوف و ہراس سے دل دھڑک رہے تھے گویا اپنی جگہ سے اُٹھ کر گلے میں آ لگے۔

ف۴ یعنی کوئی کچھ سمجھتا تھا کوئی کچھ اٹکلیں لڑا رہا تھا۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ اس مرتبہ اور سخت آزمائش آئی، دیکھئے کیا صورت پیش آئے۔ کچے ایمان والوں نے خیال کیا کہ بس جی اب کے بار نہیں بچیں گے۔ منافقین کا تو پوچھنا ہی کیا۔ آگے ان کے مقولے آ رہے ہیں۔

الجمعیۃ
ہفت روزہ نئی دہلی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے اسلام کا تعارف وقت کی اہم ضرورت

ہندستان دنیا کے ان خوش نصیب ملکوں میں سے ہے جہاں ایک بہت بڑی تعداد میں ملت اسلامیہ آباد ہے۔ یہاں مسلمان اکثریت میں تو نہیں ہیں لیکن وہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت (بیس کروڑ) ہونے کی حیثیت سے ملک کی دوسری بڑی اکثریت ضرور کہے جاسکتے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کی خونچکاں تقسیم کے بعد ملک کو آزادی ملی اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس تقسیم سے سب سے زیادہ ہندستانی مسلمان ہی متاثر ہوئے۔ اس تقسیم وطن کے ردّعمل میں ہندستانی مسلمانوں کو زبردست بداعتمادی، بے یقینی اور عداوت و مخاصمت سے دوچار ہونا پڑا اور پھر قتل و غارت گری اور بے اعتباری کے زخم جھیلنے والی اسی امت مسلمہ ہندیہ کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے تقسیم کا ذمہ دار بھی قرار دے دیا گیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندستانی مسلمانوں نے ہر طرح کا دباؤ برداشت کرتے ہوئے اپنے وطن عزیز میں ہی رہنے کو فوقیت دی تھی۔

تقسیم کے بعد کے برسوں میں ہندستان کے مسلمانوں کو مسائل و حالات، مشکلات و مزاحمتوں، تعصّبات و بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے گرداب میں پھنسانے کی منصوبہ بند کوششیں کی گئیں، مگر بتوفیق الٰہی انھوں نے انتہائی صبر آزما حالات میں ان چیلنجوں کا جس طرح مقابلہ کیا، وہ ہماری تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے۔ اس وحشت بھرے ماحول میں ہندستانی مسلمانوں نے نہ تو مایوسی کا مظاہرہ کیا اور نہ ناامیدی کو اپنے قلب و جگر میں کوئی جگہ دی اور نہ ہی انھوں نے تشدد کی راہ اختیار کی۔ انھوں نے اپنی خوداعتمادی کو زندہ کیا اور ملک کے باوقار شعبوں کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا عزم مصمم کیا۔ آج آزاد ہندستان میں مسلمانوں کی تعداد بیس کروڑ کے عدد کو چھو رہی ہے۔ یہ تعداد انڈونیشیا کے بعد سب سے زیادہ ہے تاہم یہ بات افسوس کے ساتھ ہی نوٹ کی جائے گی کہ آج بھی ہندستان میں مسلمان بے حد دگرگوں حالات سے دوچار ہیں۔ جان و مال اور عزت و آبرو کے ساتھ ساتھ مسلمانوں، ایمان و عقیدے اور ان کی مذہبی شناخت مسلسل حملوں کی زد میں ہے۔ آج ان پر دہشت گردی کی تہمت لگا کر ان کے دینی اداروں کو دہشت گردی کی فیکٹریاں کہا جارہا ہے۔ مسلم سلاطین ہند کے نام پر انھیں جارح، غاصب اور غیر ملکی قرار دینے کی کوشش کی جارہی ہیں۔ قرآن کریم جو پوری انسانیت کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے، اسے قتل و غارتگری کا داعی قرار دے کر اس پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ مسلمانوں کے عائلی معاملات حکومت کے نشانہ پر ہیں۔ یکساں سول کوڈ کا فتنہ وقفہ وقفہ سے سر اُٹھا رہا ہے۔ اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کے لیے ہمارے برادرانِ وطن کے دانشوروں میں مسابقت کا جذبہ زوروں پر ہے۔ فرقہ وارانہ منافرت کا ایک طوفان ہے جو سرکاری سرپرستی میں جاری ہے۔

ہندستان میں مسلم دشمن اور فرقہ پرست عناصر یوروپ کے متعصب مصنّفین کی بعض کتابوں کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے میں مصروف ہیں اور ملک کے تمام ذرائع کو ابلاغ کا استعمال کرتے ہوئے ملک کی بھولی بھالی اکثریت کو یہ باور کرانے میں جان کھپا رہے ہیں کہ ہندستان میں مسلمانوں کی آمد بربریت کی علامت ہے جبکہ تاریخی سچائی یہ ہے کہ مسلمان یہاں سب سے پہلے تاجر کی حیثیت سے آئے، انھوں نے کاروبار میں اسلامی اصول اپنائے، نرم خوئی اور نرم گفتاری کو شعار بنایا۔ قول و قرار اور وعدہ وفائی کے پیمانوں پر پورے اترے، ان کے ان فضائل و عادات اور نیک طرزِ عمل سے ہندستان کے عوام متاثر ہوئے اور وہ اسلام کی طرف راغب ہوئے اس لیے کہ یہاں کے باشندوں نے ان تاجروں اور مبلغین اسلام میں جو صفاتِ حمیدہ بچشم خود دیکھیں وہ ان کے لیے ان کے ماحول میں نایاب تھیں، پھر جو مسلمان تاجر اور مبلغ ہندستان آئے تو وہ قرآن و حدیث کی ان آیات و روایات کے امین بن کر آئے جو مذاہب عالم کے وجود باہم اور صبر و تحمل کا درس دیتی ہیں۔ اسلام بنیادی طور پر مذہبی تنوع کو تسلیم کرتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے کہ: ”دین میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔“ (سورہ بقرہ) اسلام اپنے پیروکاروں کو یہ کہنے پر بھی آمادہ کرتا ہے کہ ”تمہارا دین تمہارے ساتھ اور میرا دین میرے ساتھ۔“ (سورہ کافرون) اس سب کے باوجود بھی اسلام کے تعلق سے غلط فہمیوں کا ایک عظیم طوفان ہے جسے تعصب، عداوت اور تنگ نظری کے سوا اور کیا جاسکتا ہے حالانکہ یہاں مسلمان خواہ کسی شکل میں بھی آئے ہوں، انھوں نے اس ملک کو مختلف طریقوں سے چار چاند ہی لگائے ہیں۔

اس سچائی سے ہم منہ نہیں چھپا سکتے کہ آج اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جس وسیع پیمانہ پر اسلام دشمن طاقتیں غلط فہمیوں، بداعتمادیوں اور مفروضات کے تانے بانے بن رہی ہیں، اس کے ازالہ اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کی کوششیں ہمارے یہاں تاحال نہ ہونے کے ہی برابر ہیں۔ جب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی ہوا کا جھونکا آتا ہے تو ہم دفاعی پوزیشن اختیار کرتے ہوئے صرف اتنا کہہ کر خاموش ہوجاتے ہیں کہ ”پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔“ جبکہ ہمیں اس سے بہت آگے جا کر ان غلط فہمیوں کے ازالہ کا فریضہ انجام دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے علاوہ آج بہت سے لوگ مذاہب کے بارے میں بہت کچھ لکھ رہے ہیں۔ تقابلی مطالعہ بھی ہو رہا ہے، ریسرچ سینٹر بھی قائم ہیں، ان میں تحقیق کا کام بھی ہو رہا ہے اور خود بعض برادرانِ وطن اس کا اعتراف بھی کر رہے ہیں کہ اگر حقیقی معنی میں کوئی مذہب ہے تو وہ اسلام ہے اور اس سائنٹفک دور میں بھی وہ اپنی اہمیت، افادیت اور ضرورت تسلیم کرا رہا ہے، ابھی چند سال قبل ہندی کے معروف مصنف اور دانشور جناب راجندر نارائن لال کی ایک تحقیقاتی کتاب منظر عام پر آئی تھی جس کا نام ’اسلام ایک سوئم شدھ ایشوری جیوی ویوستھا‘ ہے۔ مسٹر راجندر نارائن لال نے اپنی اس کتاب میں اسلام کا تعارف کراتے ہوئے جو لکھا ہے اس کا ایک اقتباس ہم بہ شکریہ ’تعمیرِ حیات‘ لکھنؤ ذیل میں اپنے قارئین کی نذر کر رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ:

”اسلام کے لفظی معنی اللہ کی مرضی کے آگے پوری طرح سر تسلیم خم کر دینا ہے، یعنی پوری طرح اللہ کا مطیع اور فرماں بردار ہوجانا، اس طرح شروع میں ہی اسلام توحید کا مظہر ہوجاتا ہے، اسلام محمڈن ازم نہیں ہے، اللہ کا برپا کردہ دین ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے، اسلام کے برخلاف ہندو دھرم کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے۔ بودھ دھرم اور عیسائیت صرف بانیوں سے تعلق کو ثابت کرتے ہیں اور وسعت کی رہنمائی نہیں کرتے (کسی مذہب کی تردید بالتصدیق بھی ان کا موضوع ہے) اس کے برخلاف اسلام دنیا کے مختلف خطوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھیجے ہوئے تمام رسولوں اور نبیوں کا احترام کرتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ بنیادی طور پر تمام مذاہب ایک ہی تھے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب اس میں خارجی امور داخل ہوگئے، ان میں تحریف ہوگئی اور واقعی احکام الٰہیہ سے لوگ بھٹک گئے تو اللہ نے واقعی قطعی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے قرآن نازل فرمایا: ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ دین اسلام کا کلمہ ہے، اسلام کے پانچ بنیادی ارکان ہیں: کلمہ شہادت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ اسلام نے ان اصولوں کو زیادہ با مقصد اور مؤثر بنایا اور معاشرہ کے لیے حیرت انگیز طور پر مفید بنایا ہے، سب سے بڑھ کر خوش آئند بات یہ ہے کہ اسلام میں توحید کو چھوڑ کر دیگر چار اصولوں میں غیر معمولی حالات کے مطابق خصوصی رعایت دی گئی ہے، توحید تو دل و دماغ، اور روح سے سب سے طاقتور اللہ پر ایمان سے تعلق رکھتی ہے، اس لیے اس میں رعایت اور چھوٹ کا سوال ہی نہیں ہے، اس میں چھوٹ تو شرک ہے، دیگر دھرموں میں ایک ایشوروا د (توحید) میں چھوٹ اور ترمیم و تحریف ہی کی وجہ سے کرپشن آیا، اسلام ہر شرک کو شرک ہی سمجھتا ہے، اسلام نے توحید کو سب سے محفوظ رکھا، یہ اسلام کی سب سے بڑی خوبی ہے۔“

مسٹر راجندر نارائن لال نے دنیا کے چار مذاہب ہندو دھرم، بودھ دھرم، عیسائیت اور اسلام کا وسیع تر تقابلی مطالعہ کیا ہے، ان کی پیدائش راجستھان میں ہوئی۔ تعلیم انھوں نے کاشی میں حاصل کی، ان کا مذاہب کا تقابلی مطالعہ کافی وسیع ہے اور اپنے مکمل مطالعہ کی روشنی میں انھوں نے اسلام کے تعلق سے اپنے ان گرانقدر خیالات کا اظہار کیا ہے۔ آج کے حالات میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ جہاں ایسی تحریروں اور کتابوں کو عام کیا جائے اور برادرانِ وطن میں ان کی اشاعت کی جائے، وہیں خالص مذہبی و علمی نقطۂ نظر سے بلا امتیاز مسلک و فرقہ ایک ایسا ادارہ وجود میں لایا جائے جو اسلام کی تفہیم و تشریح کا خود برادرانِ وطن کی زبان میں فریضہ انجام دے ساتھ ہی اپنے عمل و کردار سے اسلام اور مسلمانوں کی نافعیت اور محاسن اسلام کو اُجاگر کیا جائے، اس کے لیے ایثار و قربانی کے ساتھ علمی و عملی جدوجہد برادرانِ وطن کے صالح مزاج افراد سے رابطہ ان تک اسلامی تعلیمات اور سیرتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانا ہوگا۔ یاد رکھئے اسلام پروردگار عالم کا عطا کردہ ایک ایسا دین ہے جسے پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ہے، اسلام کے ذریعہ اس نے انسانوں کو اعلیٰ مقام سے نوازا اور پوری کائنات کو ان کے تابع کر دیا ہے اور اس طرح اسلام نے اس کائنات میں انسانی عزت و وقار کو دوبالا کر دیا ہے جس کے بقا و تحفظ کی ذمہ داری خود ہم پر ہے۔□□

ملک میں شرانگیزی کے روز افزوں واقعات پر حکومت کی خاموشی

جسٹس مدن لوکر کا اظہارِ تشویش

صفحہ اوّل کا بقیہ

ایسا معلوم ہونے لگا ہے کہ حکومت میں بابا صاحب ڈاکٹر امبیڈکر کے مرتب کردہ اور ملک کی قانون ساز اسمبلی کے منظور کردہ آئین ہند کی نہیں بلکہ سنگھ کے پالتو غنڈوں کی ہی حکمرانی ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں مسلمانوں سے متعلق مسائل و معاملات کو بہانہ بنا کر اسے رائی کا پہاڑ بنا کر اپنا الو سیدھا کرنے میں لگ جاتے ہیں، ان کی نظر میں نہ آئین ہند کا کوئی احترام ہے نہ کسی دوسرے مذہب کا انھیں کوئی لحاظ ہے۔ ان کی فرقہ واریت کی باسی کڑی میں ایکدم ابال آجاتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہماری مرکزی و ریاستی حکومتیں نہ صرف یہ کہ ان کی ان ملک دشمن حرکتوں پر خاموش تماشائی بنی رہتی ہیں بلکہ انھیں اپنی مطلب براری کے لیے ان کی تائید و معاونت سے بھی باز نہیں رہتیں۔ حجاب کی آجکل جو خواہ مخواہ کی بحث چھڑی ہوئی ہے اور اس کا اترپردیش کے اسمبلی انتخابات میں جس طرح یوپی کے وزیر اعلیٰ مسٹر یوگی، ہمارے وزیر اعظم اور وزیر داخلہ جس طرح استعمال کررہے ہیں وہ اس کی ایک تازہ مثال ہے۔ اس سے بھی افسوسناک بات یہ ہے کہ خود ہمارے انصاف کے مندر کہی جانے والی عدالتیں بھی خاموش تماشائی کے کردار میں آجاتی ہیں جو ظاہر ہے کسی بھی جمہوری ملک میں ایک خطرناک رجحان ہے جسے کسی بھی جمہوری نظام کے لیے نیک فال نہیں کہا جاسکتا۔

اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ کسی بھی ملک میں امن وامان کا تحفظ اس کی خوداعتمادی اور بالادستی عدلیہ کی آزادی پر منحصر ہوتی ہے۔ عدلیہ آزاد ہوگی تو ملک میں انصاف کی حکمرانی وجود میں آئے گی اور قانون کا احترام کیا جائے گا۔ جرائم پر روک لگے گی اور مجرموں میں قانون کے نفاذ کا خوف ہوگا، یہ صحیح ہے کہ ہمارے ملک میں عدلیہ آزاد اور خودمختار ہے مگر یہ بھی صحیح ہے کہ گذشتہ چند سالوں سے اس پر قدم قدم پر قدغن لگانے، دباؤ ڈالنے، ججوں کو دھمکانے، ان کی ترقی روکنے اور کالجیم کی سفارش کے باوجود اپنے پسندیدہ ججوں کو آگے لانے کے واقعات بھی ہونے لگے ہیں۔ ایسی تمام کوششیں عدلیہ کے وقار واحترام اور ملک کے مفاد کے سراسر خلاف ہی کہی جائیں گی۔

یہ بات خوش آئند ہے کہ دورانِ کارکردگی نہ سہی کہ اس کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں، ہمارے فاضل ومعزز جج صاحبان رٹائرمنٹ کے بعد ایسی شرانگیزیوں پر بولنے لگے ہیں۔ ابھی حال ہی میں سپریم کورٹ کے رٹائرڈ جج جناب جسٹس مدن لوکور نے جس طرح حکومت کے فرقہ پرستوں کی اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے خلاف شرانگیزی پر خاموشی اختیار کرنے پر سوال اٹھایا ہے، وہ اس کی ایک تازہ مثال ہے۔ انھوں نے مفروضہ دھرم سنسدوں میں نسل کشی اور سلی ڈیلز و بلی بائی ایپ کے ذریعہ مسلم خواتین کی تضحیک و توہین پر حکومت کو ہدف تنقید بناتے ہوئے اور خود عدلیہ پر سوال اٹھاتے ہوئے کہا ہے کہ دہلی میں ایک 'گولی مارو' کے نعرہ لگا کر مرکز کی مودی حکومت میں وزیر بن گیا ہے جو آئین ہند کی سراسر توہین ہے۔ جسٹس مدن لوکور نے 'ہندستان میں نفرت انگیز تقاریر' کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے دھرم سنسد، سلی ڈیلز اور بلی بائی ایپ کے ذریعہ مسلم خواتین کی تضحیک کے بارے میں بات کی۔ انھوں نے نفرت انگیز تقاریر کے معاملہ میں حکومت کے کردار کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی تشدد نہیں ہوتا تو کیا حکومت اس کو اظہار کی آزادی کہہ کر درست قرار دے سکتی ہے۔

اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا که کسی بھی ملک میں امن و امان کا تحفظ اس کی خوداعتمادی اور بالادستی عدلیه کی آزادی پر منحصر ھوتی ھے۔ عدلیه آزاد ھوگی تو ملک میں انصاف کی حکمرانی وجود میں آئے گی اور قانون کا احترام کیا جائے گا۔ جرائم پر روک لگے گی اور مجرموں میں قانون کے نفاذ کا خوف ھوگا، یه صحیح ھے که ھمارے ملک میں عدلیه آزاد اور خودمختار ھے مگر یه بھی صحیح ھے که گذشته چند سالوں سے اس پر قدم قدم پر قدغن لگانے، دباؤ ڈالنے، ججوں کو دھمکانے، ان کی ترقی روکنے اور کالجیم کی سفارش کے باوجود اپنے پسندیده ججوں کو آگے لانے کے واقعات بھی ھونے لگے ھیں۔ ایسی تمام کوششیں عدلیه کے وقار و احترام اور ملک کے مفاد کے سراسر خلاف ھی کھی جائیں گی۔

سپریم کورٹ کے سابق جج نے کہا کہ دھرم سنسد میں نسل کشی کا مطالبہ کیا گیا، جبکہ سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ انتہائی نازک معاملات میں نفرت انگیز تقاریر پرتشدد یا نسل کشی کا باعث بن سکتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ایک وزیر ہجومی تشدد کے ملزمین کا پھولوں کے ہار سے استقبال کرتا ہے۔ لنچنگ اپنے آپ میں تشدد ہے اور نفرت انگیز تقاریر کے نتیجہ میں تشدد ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ دہلی میں ایک وزیر تھا، جو کابینہ کا وزیر نہیں تھا لیکن اب وہ 'گولی مارو' کے نعرے لگانے کے بعد کابینی وزیر بن گیا ہے۔ یہ قتل پر اکسانا نہیں تو کیا ہے؟ لیکن وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے ایسا کبھی نہیں کہا، میں نے صرف کہا 'گولی مارو' میں نے یہ نہیں کہا کہ کس کو گولی مارنی ہے، وہاں موجود لوگوں نے کہا کہ غداروں کو گولی مارو۔ انھوں نے حکومت کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ یہ ایک ایسی حکومت ہے جو یا تو خاموش ہے یا اس نے دھرم سنسد کے معاملے پر اس وقت تک کوئی کارروائی نہیں کی جب تک کہ یہ معاملہ سپریم کورٹ کے سامنے نہیں آیا اور جب سپریم کورٹ نے پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم کچھ گرفتاریاں کریں گے۔ کچھ لوگوں کو گرفتار کیا، ان لوگوں کو ضمانت مل گئی۔ سپریم کورٹ کے سابق جج نے کہا کہ پولیس کچھ نہیں کررہی ہے جبکہ حکومت خاموش ہے۔ دوسری طرف حکومت میں ایسے لوگ سرگرم ہیں جو ہجومی تشدد کے ملزمین کو ہار پہنا رہے ہیں، یہ ایک طرح سے نفرت انگیز تقاریر کو درست سمجھ کر قبول کرنا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ عدالتیں کہہ رہی ہیں کہ جب تک اس طرح کی تقاریر کے نتیجہ میں تشدد نہ ہو، ہم اس سے نہیں نپٹیں گے۔ اس لیے نفرت انگیز تقاریر کا سلسلہ جاری ہے۔ جسٹس لوکور نے کہا کہ آزادئ اظہار پر ایک معقول پابندی ہونی چاہیے اور نفرت انگیز تقاریر کی اظہارِ رائے کی آزادی کے طور پر درجہ بندی نہیں کی جاسکتی۔ انھوں نے کہا کہ میں آپ کو نفرت انگیز تقریر کے اثرات کی کچھ مثالیں دیتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ آپ کو یاد ہوگا کہ ۲۰۱۲ء میں میانمار میں ہونے والے تشدد کی تصاویر آسام میں تشدد کے ثبوت کے طور پر تقسیم کی گئیں۔ اس کے نتیجہ میں ہمارے ملک کے شمال مشرق کے کچھ شہری تشدد کا نشانہ بنے۔ ایک اندازے کے مطابق شمال مشرق سے ۵۰ ہزار افراد کو اپنی آبائی ریاستوں میں واپس لوٹنا پڑا۔ جسٹس لوکور نے کہا کہ حالیہ دنوں میں سلی ڈیلز اور بلی بائی ایپ پر مسلم خواتین کی نیلامی کا معاملہ دیکھا گیا۔ اس میں کوئی تشدد نہیں ہے لیکن کیا یہ نفرت انگیزی نہیں ہے؟ کیا اس کو درست قرار دیا جاسکتا ہے؟

ہمارے خیال میں سپریم کورٹ کے سابق جج جسٹس مدن لوکور نے جس طرح حکومت کو فرقہ پرستوں کے خلاف مناسب اقدام نہ کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا اور دھرم سنسد اور سلی ڈیلز اور بلی بائی ایپ کے ذریعہ مسلم خواتین کی تضحیک کے بارے میں کھل کر سبھی قانونی پہلوؤں پر روشنی ڈالی، اس سے اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے رہنے کے بجائے حکومت کو شرمندہ ہونا چاہیے۔ دھرم سنسد میں نسل کشی کا معاملہ رہا ہو یا ایک وزیر کا ہجومی تشدد کے ملزمین کا پھولوں کے ہار سے استقبال کرنے کا یا 'گولی مارو' کے نعرے کی بات ہو، کیا اس طرح کی حرکتیں قتل پر نہیں اکساتیں؟ نیز جسٹس کا یہاں تک کہہ دینا کہ یہ ایک ایسی حکومت ہے جو یا تو خاموش ہے یا اس نے دھرم سنسد کے معاملے پر اس وقت تک کوئی کارروائی نہیں کی جب تک کہ یہ معاملہ سپریم کورٹ کے سامنے نہیں آیا۔ کچھ لوگوں کو گرفتار کیا گیا جنھیں بعد میں جلد ہی ضمانت بھی مل گئی جسے ایک طرح سے نفرت انگیز باتوں کو صحیح سمجھ کر قبول کرنا ہی کہا جائے گا۔

سپریم کورٹ کے سابق جج جسٹس مدن لوکور نے جس طرح حکومت کو فرقه پرستوں کے خلاف مناسب اقدام نه کرنے پر تنقید کا نشانه بنایا اور دھرم سنسد اور سلی ڈیلز اور بلی بائی ایپ کے ذریعه مسلم خواتین کی تضحیک کے بارے میں کھل کر سبھی قانونی پھلوؤں پر روشنی ڈالی، اس سے اپنی ھٹ دھرمی پر اڑے رھنے کے بجائے حکومت کو شرمنده ھونا چاھیے۔ دھرم سنسد میں نسل کشی کا معامله رھا ھو یا ایک وزیر کا ھجومی تشدد کے ملزمین کا پھولوں کے ھار سے استقبال کرنے کا یا 'گولی مارو' کے نعرے کی بات ھو، نیز جسٹس کا یھاں تک کھه دینا که یه ایک ایسی حکومت ھے جو یا تو خاموش ھے یا اس نے دھرم سنسد کے معاملے پر اس وقت تک کوئی کارروائی نھیں کی جب تک که یه معامله سپریم کورٹ کے سامنے نھیں آیا۔

ابھی کچھ مہینوں پہلے ملک میں ہجومی تشدد کے لامتناہی سلسلے کو روکنے کے لیے سپریم کورٹ کو سامنے آکر تاریخ ساز فیصلہ سنانا پڑا تھا جس میں حکومت کو کئی ہدایات کے ساتھ یہ بھی تلقین کی گئی تھی کہ وہ اس پر قدغن لگانے کے لیے پارلیمنٹ میں قانون بنائے اور ایسی سزا کی تجویز رکھے کہ اس گھناؤنی حرکت کرنے والوں میں قانون کا خوف پیدا ہو، قانون سازی اور اس کے مطابق کارروائی کرنے کا نہ صرف حکم سنایا بلکہ سپریم کورٹ کی طرف سے جاری ہدایات کو چار ہفتہ میں نافذ کرتے ہوئے اس کی رپورٹ دینے کا حکم دیا، ساتھ ہی حکومتوں کو آئین کے مطابق کام کرنے کی ہدایات بھی دیں۔ ججوں کے اس طرح کے تبصرے کے باوجود حکومت کی پیشانی پر شکن نہیں پڑ رہی ہے۔ قانون سے کھلواڑ کرنے والے قانون ہاتھ میں لے کر انتظامیہ کو چیلنج کررہے ہیں کہ ہم قانون سے بالاتر ہیں۔ اس سوال کا بھی جواب شاید حکومت کے پاس نہ ہو کہ اس طرح کے بیشتر واقعات بی جے پی کے زیر اقتدار ریاستوں میں ہی کیوں پیش آرہے ہیں اور کیوں فرقہ پرست عناصر اس طرح کی واردات انجام دے کر ان ریاستوں میں اپنے آپ کو محفوظ تصور کررہے ہیں؟

گذشتہ چند سالوں میں ہندستان میں نفرت کا جو ماحول تیار ہوا ہے اس کے پس پردہ ایسے لوگوں کی ذہنیت کارفرما ہے جو سماج میں نہ تو عدلیہ پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ہی انتظامیہ پر بلکہ اسی لمحے فیصلہ سنا کر سزا دے دینا چاہتے ہیں جو کسی جمہوری ملک کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔

بہرحال صورتحال کافی سنگین ہوتی جارہی ہے اور حکومت کو اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اسے حالات کی سنگینی اور حساسیت کو سمجھنا چاہیے اور ملک میں شرانگیزی کے بڑھتے ہوئے واقعات پر لگام لگانے کے لیے کوئی عملی قدم اُٹھانا چاہیے، اسے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ انصاف، مساوات، آزادی اور بھائی چارہ کو فروغ دیئے بغیر ہم ہندستان کی جمہوریت، آزادی اور اس کے سیکولرزم کا تحفظ نہیں کرسکتے اور ہمارا تیسری بڑی معیشت بننے کا خواب بھی اسی وقت شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے جب ملک میں ہر شخص کو امن و امان اور انصاف کا یقین ہوگا۔ ❑❑

میزان

محمد ندیم الدین قاسمی

آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا

آج مسلمانانِ ہند اپنی تاریخ کے نازک ترین ومشکل ترین دور سے گزر رہے ہیں؛ ہر آئے دن ان کو ملک بدر کرنے، ان میں خوف وہراس پیدا کرنے کی کوششیں عروج پر ہیں، آج کل تو بعض شر پسند عناصر نے مسلمانوں کے منصوبہ بند طریقہ سے قتلِ عام کا تہیہ کرلیا ہے؛ چنانچہ کبھی گئو کشی کے نام پر کئی مسلم نوجوانوں کی ماب لنچنگ کی گئی، اور کی جارہی ہے، کبھی منافرت کے شعلے بھڑکائے گئے، تو کبھی ہندومسلم قوموں کے درمیان نفرت کی فصل بوکر نفرت انگیز ماحول کو پروان چھڑایا گیا، ان فرقہ پرست طاقتوں نے گذشتہ بیس، تیس برسوں میں جمہوریت کا جس طرح جنازہ نکالا وہ کسی صاحبِ نظر سے پوشیدہ نہیں، اور حالیہ دھرم سنسد کے اسٹیج سے مسلمانوں کے خلاف جو بے باک زہر افشانی کی گئی، خدا کی پناہ! الغرض ہر جہت سے مسلمانانِ ہند کو پریشان کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں؛ بہ قول شاعر:

ایک دو زخم نہیں جسم ہے سارا چھلنی
دردِ بے چارہ پریشاں ہے کہاں سے نکلے

وہیں دوسری طرف ہمارے اصحابِ علم اور ناتجربہ کار اصحابِ قلم کے ایک طبقے نے ڈر، خوف، خود ملامتی اور مایوسی و ناامیدی کی اشاعت کو اپنا مشن بنالیا ہے، حادثات و واقعات کی مبالغہ آمیز اور کبھی غلط و بے بنیاد ترجمانی، مستقبل کے تعلق سے انتہائی شدید قسم کے خوف اور اندیشوں کی ترویج، ہر معاملے میں امت پر لعنت و ملامت اور ساری دنیا کو اپنا دشمن باور کرانے کی کوشش اِس مکتبِ دانش وری کی چند نمایاں خصوصیات ہیں، جس سے ایک ہندوستانی مسلمان جہاں فکرمند وپریشان ہے وہیں ناامیدی و مایوسی بھی ان میں روز افزوں ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے مسائل ومشکلات کا حل مایوسی و ناامیدی ہے؟ کیا ایک ہندی مسلمان اسی طرح درد وکرب میں گھٹتے گھٹتے زندگی گزار دے؟ ہرگز نہیں! اس لئے کہ جس قوم کے پاس نبی کریم کی سیرت طیبہ ہو، جن کے درد کا درماں قرآن وسنت کی شکل میں موجود ہو تو اسے مایوس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں، بس قرآن وسنت کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کی ضرورت ہے، جو درجہ ذیل ہیں:

۱. ثبات قدمی سب سے پہلے ہمیں اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے کی ضرورت ہے، اور یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ مخالف سے مقابلہ کا سب سے پہلا اور مؤثر ہتھیار ثبات قلب وقدم ہے، قرون اولی کے تمام معرکوں میں مسلمانوں کی فوق العادات کامیابیوں اور فتوحات کا راز اسی میں مضمر ہے؛ چنانچہ اہل مکہ نے آپ پر کتنے مظالم نہیں ڈھائے! آپ کو شہرِ مکہ سے نکال دیا گیا، پوری مکی زندگی میں آپ کو جان کا خطرہ رہا، عین صحنِ کعبہ میں آپ کو پھانسی دینے کی کوشش کی گئی، قتل کے منصوبے بنائے گئے، طائف میں زخموں سے چور چور ہوگئے، احد میں روئے منور سے خون کا فوارہ بہنے لگا، شعب ابی طالب میں تین سال سے زیادہ عرصہ ایسا بائیکاٹ کیا گیا کہ مسلسل فاقوں سے گزرنا پڑا اور بنو ہاشم کے بچے ایک ایک دانے کو ترس گئے، اپنے عزیزوں کی قربانی آپ نے اپنے آنکھوں سے دیکھی، آپ نے حضرت حمزہ کی شہادت کا غم بھی سہا، مکی زندگی کے تیرہ سال آپ نے سخت مشقت میں گزارے اور مدینہ آنے کے بعد بھی آٹھ سال کا عرصہ اسی طرح گزرا کہ اہل مکہ کی طرف سے تابڑ توڑ حملے ہوتے رہے؛ لیکن کبھی آپ ناامید و مایوس نہیں ہوئے۔

اب والدین کے ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اعلی تعلیم دلائیں، اور مسلم تنظیموں کی ذمہ داری ہے کہ وہ جلسہ وجلوس میں پیسہ خرچ کرنے کے بجائے افراد سازی میں پیسہ صرف کریں اور ایسے افراد تیار کریں جو تعلیمی، سیاسی، اور معاشی ہر اعتبار سے کامل ہوں۔

آپ کے صحابہ کرام کی تاریخ دیکھ لیجیے! بلال حبشی کو عرب کی گرم ریت پر لٹادیا گیا، حضرت خبیب کو سولی پر چڑھادیا گیا، امام احمد بن حنبل کو اظہارِ حق کی وجہ سے جیل میں ڈال دیا گیا، کوڑے مارے گئے، تکالیف دی گئی؛ لیکن ایمان پر ثابت قدم رہے؛ اس لئے اب ہمیں بھی ضروری ہے کہ ہم ایمان پر ثابت قدم رہے:

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

حالات تو آتے ہیں ہمیں آزمانے کے لئے، بس صبر واستقامت کی ضرورت ہے، قرآن میں اللہ نے ارشاد فرمایا: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (سورہ بقرہ-۱۵۵)

۲. انابت الی اللہ: ان حالات میں ہم اللہ کی طرف رجوع کریں، اپنے گناہوں سے باز آجائیں اور اللہ کو راضی کرنے والے اعمال کریں، جب خدا ہمارا ہوجائے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی:

کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں
کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں
ناخدا جن کا نہیں ان کا خدا ہوتا ہے

۳. اصحابِ علم وقلم امت میں خوف کے بجائے خود اعتمادی ویقین پیدا کریں۔ اس وقت ضروری ہے کہ اصحابِ علم وقلم مسلمانوں میں یقین وامید، خود اعتمادی، زورِ بازو پر بھروسہ اور حالات کو بدلنے کی قوت محرکہ ان کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ قوموں کو مارنے کے لیے کسی دشمن کی ضرورت نہیں پڑتی، اندیشے، ناامیدی اور خوف و ہراس کا شکار ہوکر وہ اپنی موت آپ مرجاتی ہیں؛ اس لئے اب ضروری ہے کہ اربابِ علم وقلم اس سے گریز کریں، امت مسلمہ میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

۴. تعلیمی ومعاشی پسماندگی کو دور کرنے کی فکر کریں: تعلیم ایک بنیادی عنصر ہے جس کے بغیر انسان، انسانی اخلاق واقدار سے آراستہ نہیں ہوسکتا ہے، یہ وہ نسخہ کیمیا ہے، جس کے بغیر معاشی پسماندگی کا خاتمہ ایک ایسا خواب ہے جو کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا ہے، اعلی تعلیم کے بغیر نہ تو غربت دم توڑ سکتی ہے اور نہ ہی مسلم قوم، عزت و وقار اور ترقی کا معیار قائم کرسکتی ہے، جو قوم جوہرِ تعلیم سے محروم ہوتی ہے وہ نہ تو سر اٹھا کر جی سکتی ہے اور نہ ہی جینے کا ہنر جانتی ہے، تعجب ہے جس قوم کا ماضی اتنا شاندار تھا اس کا حال اس قدر تاریک ترین کیوں ہوگیا؟

حیرت ہے کہ تعلیم وترقی میں ہے پیچھے
جس قوم کا آغاز ہی "اقراء" سے ہوا تھا

اس لئے اب والدین کے ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اعلی تعلیم دلائیں، اور مسلم (باقی صـ۱۴ـ پر)

گوشہ روزگار

تعلیم کے ساتھ ہنر بھی ضروری ہے

جدید تعلیم سے بہرہ مند اقوام نوجوان نسل کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ٹیکنالوجی کو فروغ دیتیں اور ترقی پذیر ممالک پر اپنی اجارہ داری قائم کرتی ہیں۔ دنیا کی ترقی یافتہ قومیں اور ملک اپنے معاشرے کی ترقی، استحکام اور امن کے قیام کے لیے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لیے خاص اقدامات کرتی ہیں۔ ملک میں بدقسمتی سے کئی دیگر حساس معاملات کے ساتھ نوجوانوں کے مسائل کے حل کرنے کے لیے واضح منصوبہ بندی کی کمی رہی ہے جس کے باعث نوجوان نہ صرف اپنی صلاحیتوں کو صحیح معنوں میں استعمال کرسکے بلکہ اکثر ایسی راہ پر چل نکلے جو خود ان کی اور ملک کی بہتری کے لیے کسی طور مناسب نہیں تھی۔

دورِ حاضر میں بھی نوجوانوں کو کئی دشواریوں کا سامنا ہے۔ ان کے مسائل حل کرنا وقت کا تقاضہ ہے۔ تعلیم وتربیت میں تعلیمی ادارے نہایت اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ علمی ماحول اور آزادانہ فکری سوچ ہی تعلیمی اداروں کی بقا کا ضامن ہے۔ تعلیمی اداروں کی انتظامیہ کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ جب نوجوان نظریاتی انتشار وخلل کا شکار ہوجاتے ہیں تو یہ تباہی و بدنامی اداروں کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بنتی ہیں۔ ایسی ہی قومیں زوال کا جلد شکار ہوتی ہیں جن میں تعمیری ذہن تخریب کی اساس بننے لگیں۔ تعلیم کے شعبے کا فروغ اور آگہی کے لیے طویل المدت منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔

نوجوانوں کو مقامی اور بین الاقوامی منڈیوں میں افرادی قوت کا حصہ بنانے کے لیے مختلف ہنر سکھانے کی ضرورت ہے۔ معاشرے میں ہنرمند نوجوانوں کی قدر نہیں ہے، ہم من حیث القوم ایسے بن چکے ہیں کہ ہمیں ہر چمکتا پتھر سونا دِکھائی دیتا ہے لیکن اصل میں ہمارا سونا یہ ہنرمند نوجوان ہیں جو معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔

بدقسمتی سے پڑھے لکھے نوجوانوں کے مقابلے میں ہنرمند نوجوانوں کا وہ مقام نہیں ہے جو ان کا حق بنتا ہے یا انھیں دیا جانا چاہیے، کیونکہ یہ میلے کچیلے کپڑوں میں رہتے ہیں، محنت کرتے اور پسینے میں شرابور رہتے ہیں تو معاشرے میں عزت و احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ نوجوان نسل ڈگری حاصل کرنے کو ووکیشنل تعلیم پر فوقیت دیتی ہے۔ حالانکہ اس کے بعد بھی آپ کو عموماً نوکری کی تلاش میں خاصی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔

جس نوجوان کے پاس کوئی ہنر ہے وہ بہت جلدی کسی نہ کسی طرح اپنی زندگی کا پہیہ رواں رکھ سکتا ہے۔ اس ضمن میں فعال، آزاد اور خودمختار بورڈ تشکیل دیا جانا چاہیے جو مختلف شعبوں کے ماہرین پر مشتمل ہو اور ایک ایسا روڈ میپ وضع کرے جو مارکیٹ کی ضروریات کی مطابق تیزی سے ہنرمند افرادی قوت تیار کرنے کے لیے اقدامات کرے۔ دور دراز علاقوں میں فنی تعلیم کے فروغ کے اقدامات کرتے ہوئے معذور نوجوانوں کی بھی فنی تربیت پر خصوصی توجہ مرکوز کرنے کی بھی اشد ضروری ہے۔

ٹیکنیکل کورسز کا موجودہ نصاب (باقی صـ۱۴ـ پر)

دریچے

م-س-ج-

انسٹاگرام کے مورخین

جو اپنے شہر کا ماضی نئی نسل کو دِکھا رہے ہیں

عمیر شاہ سات برس کے تھے جب پہلی بار ان کا تاریخ سے آمنا سامنا ہوا۔ ان کی ملاقات اپنے آبائی شہر کولکاتا میں ایک ایسے شخص سے ہوئی جو سکے جمع کرتا تھا۔ عمیر کی بھی اس مشغلے میں دلچسپی پیدا ہوگئی اور وہ بھی نایاب سکے جمع کرنے لگے۔ جیسے جیسے اس کی کلیکشن بڑھتی گئی، عمیر نے ان سکوں پر بنی سلطنتوں کے بارے میں پڑھنا شروع کیا۔ وہ کہتے ہیں میں سولہ سال کی عمر میں ان جگہوں اور لوگوں کے لیے دیوانہ وار محبت میں گرفتار ہوچکا تھا۔

۲۷ برس کے شاہ اب دہلی میں رہتے ہیں جہاں وہ فیشن برانڈز کے لیے ڈیجیٹل مارکیٹنگ میں کام کرتے ہیں لیکن آج بھی وہ سکے جمع کرتے ہیں۔ ساتھ ہی وہ انسٹاگرام پر تاریخ کے حصوں کو دستاویزی شکل دے رہے ہیں۔ تاریخ کو محض اسنیپ شاٹ کی صورت میں انسٹاگرام پر لے جانا اس کی اہمیت کو کم نہیں کرتا۔ عمیر ان انسٹاگرام پوسٹوں پر جو موسیقی لگاتے ہیں، ان کے اشعار میں تاریخی حقائق کا ذکر ہوتا ہے۔ ان میں ایسی دلچسپ کہانیاں ہوتی ہیں جن میں ہم وفات پاچکے شہنشاہوں، ظالم، جنونی اور سلطنتوں کو ختم کرنے والی بغاوتوں کے بارے میں سیکھتے ہیں۔ عام طور پر یہ تقریباً ۳۰۰ الفاظ پر مشتمل ہوتی ہیں۔ شاہ کہتے ہیں جب میں کسی کھنڈر کو دیکھتا ہوں، تو میرا دماغ اس ڈھانچے کو اس وقت کی زندہ یادوں کے طور پر بنانے کی کوشش کرتا ہے جب اسے بنایا گیا تھا اور میں فوری طور پر اس کی کہانی سب کے ساتھ شیئر کرنا چاہتا ہوں۔ برسوں سے دہلی کی تاریخ، تاریخ دانوں کے لیے دلچسپی کا باعث رہی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ شاہ جیسے اور لوگوں کو ڈھونڈا جائے جو شہر کو دوبارہ دریافت کررہے ہیں اور اس کے دلچسپ ماضی کو انسٹاگرام پر بیان کررہے ہیں۔ اپنی اس کاوش میں عمیر شاہ اکیلے نہیں ہیں۔

اسنیپ ڈیل کے ساتھ کام کرنے والے ۳۴ سالہ رامین خان ان مشہور مقامات کے لیے انڈیا کے دارالحکومت منتقل نہیں ہوئے، وہ تو یہاں محبت کے لیے آئے تھے لیکن ان کا کہنا ہے کہ یہ شہر یقینی طور پر ان کے لیے کسی خوبصورت چیز کا آغاز رہا ہے، ایک ایسا جذبہ جو دہلی کے بعد انھیں دس ریاستوں میں لے گیا، جس کی تفصیلات وہ اپنے انسٹاگرام پیج سٹی ٹیلز پر پوسٹ کرتے ہیں۔ شاہ اور خان دونوں چاہتے ہیں کہ لوگ اپنے ماضی سے عشق کرنے لگیں۔ شاہ کہتے ہیں زیادہ تر لوگ یادگاروں پر سیلفی لینے یا ریل پر ڈانس کرنے جاتے ہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ وہ یہ سمجھیں کہ اس جگہ میں اور کیا کچھ موجود ہے۔ انسٹاگرام پر ان کے لاکھوں فالورز ہیں اور وہ رانا صفوی جیسے نامور مورخین سے بھی تعریف سمیٹ چکے ہیں۔ صفوی کہتی ہیں ہمیں ماضی کو حال سے جوڑنے اور مورخین کی طرف سے کی گئی تمام تحقیق آسان فارمیٹ میں دِکھانے کے لیے ان جیسے انسٹاگرامرز کی ضرورت ہے اور مجھے لگتا ہے کہ یہ جو کررہے ہیں بہت خوبصورت ہے۔ ہم سب سیکھتے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ ہمارے کام میں بہتری آتی جاتی ہے اور میں نے انھیں اپنے تجربات اور ماضی کی غلطیوں سے سیکھتے ہوئے آگے بڑھتے دیکھا ہے۔ دہلی کے ہر کونے میں تاریخ ہے، یہ شاندار قلعوں سے لے کر خوفناک مقبروں تک تاریخ سے بھرا ہوا ہے۔ ہر سال دھند کے باوجود موسم سرما اس شہر کی دلکشی میں اضافہ کرتا ہے۔ ایسے دن بھی آتے ہیں جب دھوپ کی ہلکی ہلکی چمک سونے کے پاؤڈر کی طرح شہر پر پڑتی ہے، یہ وسیع وعریض باغات سے گھرے شاندار مقبروں کو تلاش کرنے کے لیے بہترین وقت ہے۔ موسم سرما کی ایسی ہی ایک دوپہر کو شاہ اور خان نے شہر کے مہرولی آرکیالوجیکل پارک کے دورے پر آئے، دو الگ الگ گروپس کی رہنمائی کی، حال ہی میں انھوں نے یہ کام شروع کیا ہے۔ تقریباً ۲۰۰ ر ایکڑ اراضی پر پھیلا ہوا اور تقریباً سو پتھروں کے کھنڈرات اور مقبروں کے ساتھ مہرولی ان سات شہروں میں سے ایک ہے جو مل کر اب دہلی کا حصہ ہیں۔

خان نے کہا کہ زیادہ تر لوگ ان یادگاروں کو تاج محل یا قطب مینار جیسی اہمیت نہیں دیتے حالانکہ ایسا ہونا چاہیے۔ قطب مینار، شہر کی مشہور یادگاروں میں سے ایک صرف چند میٹر کے فاصلے پر ہے اور عام طور پر زائرین سے بھرا رہتا ہے۔ صدیوں پر محیط فن تعمیر کے ساتھ، تغلقوں سے لے کر لودھیوں، مغلوں سے لے کر انگریزوں اور یہاں تک کہ راجپوتوں تک وہ کہتے ہیں کہ یہ شہر اپنے ماضی میں انمول راز لیے ہوئے ہے۔ خان نے کہا کہ لوگ تاریخ کو بورنگ اور خشک موضوع سمجھتے ہیں، اس لیے وہ کبھی بھی سیکھنے کی زحمت نہیں کرتے۔ انھوں نے مزید کہا کہ وہ مہرولی کی طرف اس لیے کھنچے آئے کیونکہ وہ بھولی ہوئی یادگاروں میں دلچسپی رکھتے تھے اور وہ ایسی ہی اور جگہیں تلاش کرنا چاہتے تھے، تاکہ وہ ان کے بارے میں آگاہی پھیلا سکیں۔ خزانے تلاش کرنے والے شکاری کی طرح وہ بھی نقشہ استعمال کرتے ہیں لیکن گوگل پر، اور اس نے انھیں کچھ غیر متوقع مقامات دِکھائے ہیں، جس میں ان کی پسندیدہ پڑوسی ریاست ہریانہ میں ۱۵ ویں صدی کی مسجد ہے جو اب ایک سرکاری اسکول میں تبدیل ہوچکی ہے۔

رمضان میں سعودی عرب اور امارات میں صارفین کا خرچہ کتنا؟

سماجی رابطوں کی ویب سائٹ ٹوئٹر کے مطابق رمضان کے مہینے میں مشرق وسطیٰ کے ممالک میں صارفین کی قوت خرید بڑھ جاتی ہے۔ عرب نیوز کے شائع کردہ ایک ٹوئٹر سروے کے مطابق رمضان میں صارفین سے رابطہ قائم رکھنا نہ صرف کاروباری برانڈ کی ساکھ کے لیے اہم ہے بلکہ اس سے فروخت اور منافع میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ سروے میں کہا گیا ہے کہ اسلامی سال کے باقی مہینوں کے مقابلے میں رمضان میں سعودی عرب میں صارفین ۵۰ فیصد، متحدہ عرب امارات میں ۵۲ فیصد، مصر میں ۳۱ فیصد اور کویت میں ۴۹ فیصد زائد رقم خرچ کرتے ہیں۔ رمضان سے قبل ٹوئٹر مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ کے 'کسٹمر سکسیس اسپیشلسٹ' ایلیو خوری کا کہنا ہے کہ سوشل میڈیا کے عام ہونے کے بعد کاروباری برانڈز کے لیے یہ بہت ضروری ہوگیا ہے کہ وہ اپنی کاروباری حکمت عملی بہت سوچ بچار کے بعد بنائیں۔ سروے میں کہا گیا ہے کہ رمضان میں سعودی عرب، مصر اور کویت میں تقریباً ۴۰ فیصد صارفین نئے برانڈز کو آزمانا چاہتے ہیں، جبکہ متحدہ عرب امارات میں ۵۳ فیصد صارفین نئے برانڈز کو موقع دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

سیاست میں یوپی کا بنگال سے موازنہ کرنا غلط ہوگا

ہم سے بیشک کچھ غلطیاں ہوئیں، ہماری اوّلیت جمہوریت کی حفاظت ہے

کانگریس کے اقلیتی شعبہ کے صدر اور معروف شاعر عمران پرتاپ گڑھی کا انٹرویو

اتر پردیش کے چھ مرحلوں کی پولنگ کے بعد بی جے پی اور ایس پی کے درمیان براہِ راست لڑائی ہونے کی بات کہی جا رہی ہے۔ یہ تصور کانگریس کو زیادہ نقصان پہنچا رہا ہے جس نے اتر پردیش کے لیے اس بار بہت زیادہ تیاری کی تھی، کانگریس کے لیے ایک بڑی مشکل یہ بھی ہے کہ جن ریاستوں میں مسلم ووٹروں کے نزدیک علاقائی پارٹیوں کے متبادل موجود ہیں وہاں کانگریس ان کی ترجیح میں نہیں ہے۔ یہی فیکٹر کانگریس کے لیے ایسی ریاستوں میں مقابلہ میں پچھڑنے کی بڑی وجہ بھی بن رہا ہے، کانگریس کے قومی مائنارٹی ڈیپارٹمنٹ کے چیئرمین اور شاعر عمران پرتاپ گڑھی سے بات کر کے جاننا چاہا کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے اور پارٹی نے اس سے باہر آنے کا کیا کوئی پلان تیار کیا ہے۔ پیش ہے اس کے خاص حصے۔

س: کانگریس کے بارے میں سیاسی گلیاروں میں یہ کہا جانے لگا ہے کہ اتر پردیش اس کے لیے بنگال ثابت ہوسکتا ہے، آپ کتنا متفق ہیں؟

ج: بنگال اور اتر پردیش کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ بنگال کے حالات دوسرے تھے۔ بنگال کو ایک خاص نظریات کے لیے جس طرح سے تجربہ گاہ بنایا جارہا تھا اس پوری پالیسی کو بے اثر کرنے کے لیے کانگریس پارٹی نے بہت بڑی قربانی دی تھی۔ بی جے پی کے مقابلہ ٹی ایم سی کو اس نے واک اوور دے دیا تھا لیکن یوپی میں وہ سماجوادی کے لیے ایسا نہیں کرنے والی۔ کانگریس یوپی میں لڑ رہی ہے اور آخر تک لڑے گی۔

س: چھ مرحلوں کی پولنگ کے بعد بھی کیا آپ کو لگ رہا ہے کہ کانگریس یوپی میں خاص مقابلہ میں ہے؟

ج: بی جے پی، ایس پی کے براہِ راست لڑائی کے خیال کا ہوا میڈیا نے کھڑا کیا ہے۔ اس کے بعد بھی ہمارے جلسوں میں بھیڑ جمع ہو رہی ہے۔ لوگ ہمیں سننے کے لیے آرہے ہیں یہ بہت بڑی بات ہے۔ رہی بات خاص مقابلے کی تو میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ چنندہ ہی سہی لیکن کئی سیٹیں ایسی ہیں جہاں بی جے پی اور کانگریس کے مابین مقابلہ ہے۔ کئی جگہوں پر کانگریس نے لڑائی کو سہ رخی بنایا ہوا ہے۔ کس پارٹی کو کتنی سیٹوں پر جیت ملتی ہے یہ تو ۱۰؍مارچ سے پہلے کوئی نہیں بتا سکتا جن کے درمیان یوپی میں مقابلہ کی بات کی جارہی ہے وہ پارٹیاں کتنی کتنی سیٹیں جیت رہی ہیں، یہی کوئی بتا دے۔

س: جن جن ریاستوں میں مسلم ووٹروں کے پاس علاقائی پارٹیوں کا متبادل موجود ہے، وہ اپنی ریاست میں انھیں کے ساتھ جانا پسند کرتے ہیں۔ یہ ٹرینڈ ہندی بیلٹ سے لے کر جنوب کی ریاستوں تک دیکھا جارہا ہے، کیا وجہ ہے؟

ج: میں اس بات کو مانتا ہوں کہ ماضی میں کانگریس سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں جن کی وجہ سے الگ ریاستوں میں علاقائی پارٹیوں کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ جب سے کانگریس نے مجھے مائنارٹی ڈپارٹمنٹ کا چیئرمین بنایا ہے میں لگاتار ایسے صوبوں میں مسلمانوں سے گفتگو کر رہا ہو۔ دو باتیں انھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ یہ تیس سال پہلے کی کانگریس نہیں ہے، دوسری بات یہ کہ جو اچھا پانے کی امید میں کانگریس کو چھوڑ کر علاقائی پارٹیوں کے ساتھ گئے کیا وہ اچھا آپ کو مل پایا۔

س: بہار سے لے کر یوپی تک عمران پرتاپ گڑھی کو سننے کے لیے جتنی بھیڑ اکٹھی ہوتی ہے، اگر وہی بھیڑ کانگریس کو ووٹ کر دے تو کانگریس کے حق میں نتیجے کچھ اور ہوں لیکن ایسا کیوں نہیں ہوتا؟

ج: بھیڑ میں آئے کتنے لوگوں نے ووٹ دیا، کتنوں نے نہیں دیا یہ اندازہ لگانے کا کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ ہاں میں مانتا ہوں کہ پارٹی لائن سے ہٹ کر میرا ایک بہی خواہ طبقہ ہے جو مجھے سنتا ہے۔ کانگریس میں آنے کے بعد میری کوشش یہی ہے کہ جو لوگ مجھے پسند کرتے ہیں انھیں میں کانگریس کی خوبیوں سے واقف کرا سکوں، میں اعتماد بحالی کی کوشش میں ہوں۔

س: مرادآباد جیسی مسلم اکثریتی سیٹ پر ۲۰۱۹ء کے انتخابات میں سماجوادی کے ایس ٹی حسن چھ لاکھ ووٹ حاصل کر کے انتخاب جیتتے ہیں اور ان کے مقابلہ آپ کو صرف ساٹھ ہزار ووٹ ملتے ہیں، اتنا بڑا فرق کیوں؟

ج: مرادآباد شہر بالکل الگ مزاج کا ہے جس کے ساتھ رہتا ہے یکطرفہ رہتا ہے۔ ۲۰۰۹ء کے انتخابات میں کانگریس کے ٹکٹ پر جب وہاں سے اظہر الدین تین لاکھ ووٹ پا کر منتخب ہوئے تھے اس وقت سماجوادی کے محمد رضوان کو صرف ۲۷ ہزار ووٹ ملے تھے۔ ۲۰۱۴ء کے انتخابات میں سماجوادی امیدوار کو ملے چار لاکھ ووٹوں کے مقابلہ کانگریس کی نور بانو کو محض ۱۹ ہزار ووٹ ملے تھے، ایسے مزاج والے شہر میں ۲۰۱۹ء میں ایس پی کے امیدوار کے مقابلے مجھے ساٹھ ہزار ووٹوں کا ملنا بھی بڑی بات ہے۔ وہ بھی اس وقت جب ایس پی، بی ایس پی کا اتحاد تھا اور سیاست میں میں نے انٹری ہی کی تھی۔

س: آپ نے کہا کہ اتر پردیش میں آپ سماجوادی کو واک اوور نہیں دیں گے لیکن کسی پارٹی کو اکثریت نہ ملنے کی صورت میں اگر سماجوادی پارٹی کو آپ کی حمایت کی ضرورت پڑی تو اس وقت کیا ہوگا؟

ج: یہ بات تو پرینکا گاندھی کئی بار کہہ چکی ہیں کہ کانگریس کی پہلی ترجیح لوک تنتر اور دستور کے تحفظ کی ہے۔ یوپی ہی نہیں ملک کے کسی بھی صوبہ میں بی جے پی کے مقابلہ یکساں نظریات کے حامل کسی بھی پارٹی کو اگر کانگریس کی حمایت کی ضرورت پڑتی ہے تو ہم انکار نہیں کریں گے۔ ❑❑

اویسی کی پارٹی کا اکلوتا امیدوار جس کی ضمانت ضبط نہیں ہوئی

اتر پردیش کے اسمبلی انتخابات میں آل انڈیا مجلس اتحاد المسلمین کو عوام نے مکمل طور پر مسترد کر دیا۔ نتیجتاً اے آئی ایم آئی ایم کے سربراہ اسدالدین اویسی نے یوپی کے لیے جو خواب دیکھا تھا، وہ شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکا۔ عالم یہ تھا کہ پارٹی کو ایک فیصد سے بھی کم ووٹ حاصل ہوئے۔ اسدالدین اویسی نے یوپی کی ۴۰۳؍اسمبلی سیٹوں پر سو سے زیادہ امیدوار کھڑے کیے تھے لیکن ایک کو چھوڑ کر تمام امیدواروں کی ضمانت ضبط ہوگئی۔ مبارک پور سیٹ سے شاہ عالم (گڈو جمالی) واحد امیدوار تھے جنھوں نے پارٹی کی عزت بچائی، تاہم وہ چوتھے مقام پر رہے اور انہوں نے ۳۶۴۱۹ ووٹ حاصل کیے۔ اس سیٹ سے سماج وادی پارٹی کے اکھلیش جیت گئے، جبکہ بہوجن سماج پارٹی کو دوسرے نمبر پر اور بی جے پی کو تیسرے نمبر سے مطمئن ہونا پڑا۔ ایس پی امیدوار کو ۹۸۰۸۷ ووٹ حاصل ہوئے۔ خیال رہے کہ سماجوادی پارٹی نے اعظم گڑھ کی تمام دس سیٹوں پر قبضہ کیا ہے۔

رپورٹ کے مطابق ایس پی اور بی جے پی کے درمیان براہ راست مقابلہ ہونے کی وجہ سے مسلم اکثریتی سیٹوں پر اسدالدین اویسی کے امیدواروں کو اتنے ووٹ ضرور مل گئے کہ بی جے پی کے امیدواروں کی جیت کی راہ آسان ہوگئی۔ بجنور، نکوڑ، فیروز آباد، مرادآباد، کرسی، جونپور جیسی مسلم اکثریتی سیٹوں پر بی جے پی جیتنے میں کامیاب رہی۔ اس کے علاوہ کانگریس اور بی ایس پی کے مسلم امیدواروں نے بھی کئی سیٹوں پر ایس پی اتحاد کا کھیل خراب کیا۔

بہار میں انتخابی کامیابی حاصل کرنے کے بعد اویسی اتر پردیش میں سیاسی زمین تلاش کر رہے تھے۔ بہار میں اے آئی ایم آئی ایم نے ۵ سیٹیں جیت کر سب کو حیران کر دیا تھا۔ اویسی سیمانچل میں سیاسی متبادل کے طور پر قبول کیے گئے اور لہٰذا وہ یوپی انتخابات میں اپنی قسمت آزمانے نکل پڑے۔ اویسی نے انہی نشستوں پر اپنے امیدوار کھڑے کیے تھے جو مسلم اکثریتی والے تھے لیکن انہیں کراری شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اے آئی ایم آئی ایم کو یوپی میں محض ۰٫۴۹ فیصد ووٹ حاصل ہو سکے۔

ہوا کے دوش پر

ترقیاتی اہداف کے معاملہ میں ہندستان بہت پیچھے

ہندستان ۲۰۳۰ء کے ایجنڈے کے طور پر اقوامِ متحدہ کے ۱۹۲ویں ممالک کے ذریعہ ۲۰۱۵ء میں اپنائے گئے ۱۷ جامع ترقیاتی اہداف (ایس ڈی جی) کے معاملے میں گذشتہ سال کے ۱۱۷ویں مقام سے ۳ پائیدان نیچے کھسک کر ۱۲۰ویں مقام پر پہنچ گیا ہے۔ ایک تازہ ترین رپورٹ میں اس بات کی جانکاری دی گئی ہے۔ تازہ ترین رینکنگ کے مطابق ہندستان اب پاکستان کو چھوڑ کر سبھی جنوبی ایشیائی ملکوں سے پچھڑ رہا ہے۔ اس فہرست میں پاکستان ۱۲۹ویں مقام پر ہے۔ ہندستان سے آگے رہنے والے جنوبی ایشیائی ملکوں میں بھوٹان (۷۵)، سری لنکا (۸۷)، نیپال (۹۶) اور بنگلہ دیش (۱۰۹) شامل ہیں۔ ہندستان کا ایس ڈی جی کے معاملے میں مجموعی اسکور ۱۰۰ میں ۶۶ ہے۔ مرکزی وزیر ماحولیات بھوپندر یادو کے ذریعہ جاری سینٹر فار سائنس اینڈ انوائرنمنٹس اسٹیٹ آف انڈیاز انوائرنمنٹ رپورٹ ۲۰۲۲ء کے مطابق ہندستان کا رینک خاص طور پر گیارہ ایس ڈی جی کے چیلنجز کی وجہ سے گرا ہے۔ ان میں بھوک، اچھی صحت اور خوشحالی، جنسی مساوات اور شہر و کمیونٹی بھی شامل ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ہندستان کی کارکردگی معیاری تعلیم اور زندگی کے پہلوؤں پر خراب رہی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بہار اور جھارکھنڈ ملک کی دو ایسی ریاستیں ہیں جن کی تیاری ۲۰۳۰ء کے ایس ڈی جی کو پورا کر پانے کے لیے بہت کم ہے۔ اس زمرے میں کیرالہ اوّل مقام پر اور تمل ناڈو دوسرے مقام پر ہے۔ تیسرا مقام گوا، کرناٹک، آندھرا پردیش اور اتراکھنڈ نے مشترکہ طور پر حاصل کیا ہے۔

امیروں کی تعداد کے معاملے میں ہندستان ایشیا پیسفک کا سب سے بڑا ملک: نائٹ فرینک

ایشیا پیسفک خطے میں ۲۰۲۰-۲۱ء کے دوران امیروں کی شرح نمو کے معاملے میں ہندستان گیارہ فیصد اضافے کے ساتھ سرفہرست رہا ہے۔ سرمایہ بازار کی تحقیق اور مشاورتی خدمات فراہم کرنے والی فرم نائٹ فرینک کی طرف سے جاری کردہ ویلتھ رپورٹ ۲۰۲۲ء میں یہ انکشاف کیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ہندستان ۲۰۲۰-۲۱ء میں ۱۴۵؍ارب پتیوں کی آبادی کے ساتھ دنیا میں ارب پتیوں کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے جبکہ امریکہ اور چین پہلے اور دوسرے نمبر پر ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ہندستان میں بہت زیادہ آمدنی والے امیروں (UHNVM) کی آبادی میں پانچ برسوں میں مزید ۳۹ فیصد اضافہ متوقع ہے۔ اس زمرے میں وہ لوگ آتے ہیں جن کے اثاثے تین کروڑ ڈالر یا تقریباً ۲۲۵ کروڑ روپے ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق خود اعتمادی سے امیر بننے والے ۴۰ سال سے کم عمر کے ایسے افراد کی تعداد میں اضافے کے لحاظ سے ہندستان چھٹے نمبر پر ہے۔ سال ۲۰۲۰-۲۱ء میں ہندستان کی ارب پتی آبادی ۲۴ فیصد بڑھ کر ۱۴۵ ہوگئی اور ایک سروے سے ظاہر ہوا ہے کہ ۶۹ فیصد ہندستانی ارب پتی ۲۰۲۲ء میں اپنی دولت میں دس فیصد اضافے کی توقع رکھتے ہیں۔ نائٹ فرینک کی دی ویلتھ رپورٹ ۲۰۲۲ء کے تازہ ایڈیشن کے مطابق دُنیا میں اس زمرے کے ۵۱ ہزار سے زائد افراد کی دولت میں اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا، ہندستان میں امیروں کی تعداد میں ۲۰۲۰-۲۱ء کے دوران سالانہ بنیادوں پر گیارہ فیصد اضافہ ہوا، جو کہ ایشیا پیسفک خطے میں سب سے زیادہ اضافہ ہے۔ رپورٹ کے مطابق شیئر میں اضافہ اور ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کی مقبولیت بڑے امیر افراد کی تعداد میں اضافے کے اہم عوامل تھے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ ہندستان میں تقریباً ۶۹ فیصد انتہائی امیروں کو توقع ہے کہ ان کی مجموعی مالیت ۲۰۲۲ء میں دس فیصد سے زیادہ بڑھ جائے گی۔ ایشیا ارب پتیوں کی آبادی میں سرفہرست ہے، اس براعظم میں دنیا کے کل امیروں کا ۳۶ فیصد حصہ ہے۔ امریکہ پہلے اور چین دوسرے نمبر پر ہیں۔ افریقہ کو چھوڑ کر دنیا بھر کے ہر خطے میں ۲۰۲۰ء اور ۲۰۲۱ء کے درمیان امیروں کی تعداد میں اضافہ دیکھا گیا۔ امریکہ میں امیروں کی تعداد میں ۱۲٫۲ فیصد، روس اور سی آئی ایس ممالک میں ۱۱٫۲ فیصد، آسٹریلیا میں ۹٫۸ فیصد، مغربی ایشیا میں ۸٫۸ فیصد اضافہ ہوا جبکہ لاطینی امریکہ میں ۷٫۶ فیصد، یورپ میں ۷٫۴ فیصد اور ایشیا میں ۷٫۲ فیصد اضافہ درج ہوا ہے۔ اس عرصے کے دوران افریقی خطے میں امیروں کی تعداد میں ۰٫۸ فیصد کمی واقع ہوئی۔

ہندستان میں آلودگی سے ہونے والی اموات میں اضافہ

گزشتہ دو دہائیوں میں ہندستان میں پی ایم ۲٫۵ آلودگی کے سبب ہونے والی اموات میں ۲٫۵ گنا اضافہ ہوا ہے۔ سینٹر فار سائنس اینڈ انوائرنمنٹ (ڈی ایس ای) کی ایک نئی رپورٹ میں یہ بات کہی گئی ہے۔ مرکزی وزیر ماحولیات بھوپیندر یادو کے ذریعہ جاری رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ۲۰۱۹ء میں فضائی آلودگی کے سبب ہر چار میں سے ایک موت ہندستان میں ہوئی۔ ماحولیاتی شعبے کے تھنک ٹینک سی ایس ای کے ذریعہ جمع کردہ اعداد و شمار اور اس کی ہندستان کی ماحولیاتی رپورٹ کی صورتحال میں دِکھایا گیا ہے کہ دنیا میں فضائی آلودگی کے سبب ۶۶٫۷ لاکھ لوگ مارے گئے۔ ان میں سے ۱۶٫۷ لاکھ اموات ہندستان میں ہوئیں۔ چین میں فضائی آلودگی کے سبب ۱۸٫۵ لاکھ لوگوں کی موت ہوئی۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ۲۰۱۹ء میں فضائی آلودگی کے خطرے سے متعلق طبّی اثرات کے سبب عالمی سطح پر چار لاکھ ۷۶ ہزار بچوں کی موت ہوئی۔ ان بچوں کی عمر ایک مہینے تک کی تھی۔ ان میں سے ایک لاکھ سولہ ہزار بچوں کی موت ہندستان میں ہوئی۔ خراب ایئر کوالٹی، سال ۲۰۱۹ء میں دُنیا بھر میں وقت سے پہلے موت کا چوتھا اہم سبب تھا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پچھلی دو دہائیوں میں ہندستان میں ہوا میں موجود پی ایم ۲٫۵ کے سبب ہونے والی اموات میں ۲٫۵ گنا اضافہ ہوا ہے۔ یہ ۱۹۹۰ء میں دو لاکھ ۷۹ ہزار ۵۰۰ سے بڑھ کر ۲۰۱۹ء میں نو لاکھ ۷۹ ہزار ۹۰۰ ہوگئی۔ پی ایم ۲٫۵ کا مطلب انتہائی باریک ذرات سے ہے جو جسم میں اندر تک داخل ہوجاتے ہیں اور پھیپھڑوں اور سانس کے راستوں میں سوجن کو بڑھاوا دیتے ہیں جس سے کمزور مدافعتی نظام سمیت دل اور سانس سے متعلق مسائل کا خطرہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ملک میں گھریلو سطح پر فضائی آلودگی کے سبب ہونے والی اموات میں ۴۰ فیصد سے زیادہ کی کمی آئی ہے جو ۱۹۹۰ء میں دس لاکھ ۴۱ ہزار سے ۲۰۱۹ء میں چھ ہزار ۹۰۰ ہوگئی۔

ماضی کے جھروکے سے
تاریخ اسلام کا ایک ورق

خلیفہ اوّل

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عظمت ۱

تحریر: محمد عبدالحلیم اطہر سہروردی

مام الانبیاء، رحمت العالمین، خاتم النّبیین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال با کمال کے تھوڑے ہی عرصے بعد خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں چند عرب قبیلے جن میں بنوحنیفہ اور بنو یربوع کے طاقتور قبائل بھی شامل تھے، زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق کی غیرت ایمانی جوش میں آجاتی ہے اور وہ ایمان افروز، تاریخ ساز الفاظ آپ کی زبان سے ادا ہوتے ہیں: اینقص الدین وانا حی۔

ایسے نازک ترین وقت میں حضرت ابوبکر صدیق نے ثابت قدمی سے اپنے موقف پر قائم رہ کر فرمایا: اینقص الدین و انا حی؟ یعنی کیا یہ ممکن ہے دین اسلام میں کمی کی جائے، حالانکہ میں (اس کا دفاع کرنے کے لیے ابھی) زندہ ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق کو خلافت کی ابتداء ہی سے کئی ایک بہت خطرناک بحران کا سامنا کرنا پڑا تھا، ابتداء زمانہ خلافت میں ہی ارتداد کا فتنہ سر اٹھاتا ہے، مانعین زکوٰۃ سرکشی پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ ان حالات میں اہلِ ایمان انتہائی پریشانی اور اضطراب کی کیفیت سے دوچار ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق جیسے جری اور نڈر وبیباک صحابی رسول اللہؐ بھی صورتحال کی ابتری سے پریشان ہوجاتے ہیں اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ میں انہیں بھی تردّد ہوتا ہے ایسے وقت میں بھی حضرت ابوبکر صدیق منکرین زکواۃ کے خلاف جنگ کے اپنے فیصلہ پر اٹل رہتے ہیں۔ زکوٰۃ اسلام کے ارکان میں تیسرے درجے پر ہے، اور اسلامی قانون کا ایک واجب اور بنیادی جز ہے، جس کا انکار ایمان سے انکار کے مترادف ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت خالد بن ولید کو ایک فوج کا سردار بنا کر یربوع کے سردار مالک بن نویرہ کے پاس بھیجا۔ یہ مالک بن نویرہ وہ شخص تھا جسے قبولِ اسلام کے بعد رسول کریمؐ نے اس کے قبیلے سے حصولِ زکوٰۃ کے لیے متعین کیا تھا۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے ادائیگی زکوٰۃ کی نصیحت کی، تو اس نے جواب دیا: انا آتی بالصلوٰۃ دون الزکوٰۃ۔ یعنی میں نماز پڑھوں گا، لیکن زکوٰۃ نہیں دوں گا۔

یہ جواب سن کر، حضرت خالد بن ولید نے فرمایا: اما علمت ان الصلوٰۃ والزکوٰۃ معا، لا تقبل واحدۃ دون الاخری؟ یعنی کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ نماز اور زکوٰۃ لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو قبول نہیں کیا جاسکتا؟ لیکن وہ نہیں مانا، ان منکرین کے اس سخت وسرکش طرزِ عمل کو بدلنے اور ان کو اسلام کی شرائط پر کاربند کرنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف لڑنے میں اور انھیں اسلحہ کی قوت سے مطیعِ اسلام کرنے میں کوئی تامل نہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق کے جذبہ ایمانی اور فہم وفراست اور بروقت اٹل فیصلہ سے منکرین و باغیوں کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی خبر سن کر عرب کے بعض قبائل مرتد ہوگئے اور طرح طرح کی بغاوتیں رونما ہوئیں جھوٹے مدعیان نبوت بھی اٹھ کھڑے ہوئے جن میں ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا جس نے رسول اللہؐ کے اخیر وقت میں ہی سر اٹھایا تھا دیگر جھوٹے مدعیان نبوت میں اسود عنسی بھی تھا اور سجاح نامی ایک عورت بھی تھی حضرت ابوبکر صدیق نے ان سب مرتدوں اور جھوٹے مدعیان نبوت کے قتال کے لیے حکم قطعی نافذ کیا، اس کے علاوہ اس وقت ایک یہ امر بھی درپیش تھا کہ رسول اللہؐ نے اپنی آخری وصیت میں فرمایا تھا کہ حضرت اسامہؓ کے لشکر کو ملک شام کی طرف روانہ کردیا جائے، حضرت ابوبکر صدیق نے اس لشکر کی روانگی کا حکم دیا، تمام صحابہ اکرام اس رائے میں حضرت ابوبکرؓ سے متفق نہیں تھے ان کا کہنا تھا کہ ایسے پرآشوب وقت میں جبکہ اندرون ملک متعدد قبائل سرکشی و بغاوت کے نعرے بلند کررہے ہیں فی الحال لشکر کو روانہ کرنا مناسب نہیں ہے حتی کہ صحابہ کرام میں حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ بھی حالات کی نزاکت سے متاثر ہوئے اور لشکر کی روانگی کو مصلحت نہیں سمجھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے خلیفہ رسول اللہؐ یہ وقت سختی کا نہیں ہے اس وقت تالیف سے کام لیجیے تو حضرت ابوبکرؓ صدیق حضرت عمرؓ کی اس بات پر ناراض ہوئے اور فرمایا اجبار فی الجاہلیۃ وخوار فی الاسلام (اے عمر تم تو زمانہ جاہلیت میں بڑے سخت تھے اور اسلام میں آکر نرم ہوگئے) سنو: تم الدین وانقطع الوحی اینقص وانا حی (دین کامل ہوچکا ہے وحی بند ہوگئی کیا یہ ہوسکتا ہے کہ میرے جیتے جی دین میں کمی آجائے) حضرت علیؓ کی بھی اسی قسم کی گفتگو حضرت ابوبکرؓ سے ہوئی مگر حضرت ابوبکرؓ نے کسی کی کچھ نہیں سنی اور کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور حکم دیا کہ میری اونٹنی لاؤ میں خود مرتد لوگوں سے لڑنے کیلئے جاؤں گا اور فرمایا کہ اسامہ کا لشکر بھی روانہ ہوگا، رب کی قسم اگر چیل کوے بھی میرے گوشت کو نوچ ڈالیں تب بھی میں اس لشکر کو نہیں روکوں گا جس لشکر کی روانگی کا حکم رسول اللہؐ نے دیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق اونٹنی پر بیٹھ گئے اور سب سے پہلے حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر آپ کے اونٹنی کی مہار پکڑی اور فرمایا: اے خلیفہ رسول اللہؐ ہمارا مقصود آپ کے حکم کی مخالفت نہیں ہے جو کچھ ہم نے عرض کیا وہ ہماری رائے ہیں ورنہ جو حکم آپ دیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ چنانچہ حسب حکم فی الفور لشکر روانہ ہوا، مرتد لوگوں سے قتال کیلئے بھی فوجیں روانہ ہوئیں اور جو فوج جس طرف بھی جاتی فتح وظفر کی نوید لاتی، تھوڑے ہی دنوں میں ہر طرف سے فتح ونصرت کی خبریں آنے لگیں اور اسلام میں ارتداد کی جو خطرناک وبا پھیلنے والی تھی وہ ایک دم ہی فنا ہوگئی ایک سال میں ہی مدعیان نبوت کو بھی واصل جہنم کردیا گیا اور حضرت اسامہؓ کا بہادر لشکر بھی دشمن کی بڑی فوج کو تہ تیغ کرکے شاندار فتح یابی کے ساتھ واپس لوٹا، ان نتائج کو دیکھ کر سب پر عیاں ہوگیا کہ یہ تو وہی معرکہ تھا جس کی پیشین گوئی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس انداز سے فرمائی یاایھاالذین آمنو من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ لومائۃ قائم. اور یہ بے شک حضرت ابوبکرؓ اور ان کی افواج ہی تھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس کارنامے کی تمام صحابہ نے اپنے اپنے طرز و انداز میں تعریف وتوصیف بیان فرمائی، حضرت ابوھریرہؓ نے فرمایا: قام فی الردۃ مقام الانبیاء ارتداد کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ انبیاء کے قائم مقام ہوگئے، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: کرھنا فی الابتداء و حمدناہ علی الانتھاء شروع شروع میں ہم نے اس کو ناپسند کیا اور آخیر میں ہم اس کی تائید کرنے پر مجبور ہوگئے۔ (خلفاء راشدین، ص۴۲)

اللہ اکبر حضرت ابوبکرؓ پر صحبت رسول اللہؐ کا کیا لازوال اثر تھا، آپ کو دین اسلام کی کس قدر فہم وفراست تھی، آپ کا یہ عزم وحوصلہ اور ایمان ویقین کی پختگی اور غیرت وحمیت آپ کی عظمت کا مظہر ہے۔ (جاری)

> رسول اللہؐ کے وصال کے بعد ایک وقت ایسا بھی کہ حضرت عمر فاروق جیسے جری اور نڈر وبیباک صحابی بھی صورتحال کی ابتری سے پریشان ہوگئے اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ میں انہیں بھی تردّد ہوا، ایسے وقت میں حضرت ابوبکر صدیق منکرین زکواۃ کے خلاف جنگ کے اپنے فیصلہ پر اٹل رہے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۳۹)

طریقۂ کار: اپنا کام چلانے اور اپنی کارروائیوں کو انجام دینے کے لیے سپریم کورٹ خود ہی ضروری قاعدے اور ضابطے بناتی ہے۔ اس کے اجلاس ہر سال اکتوبر سے مئی تک واشنگٹن میں ہوتے ہیں۔ چھ ججوں کا کورم ہوتا ہے، یہ عدالت منگل، بدھ اور جمعہ کو مقدموں کی سماعت کرتی ہے۔ سنیچر کو جج آپس میں فیصلوں کے بارے میں طے کرتے ہیں اور پیر کو فیصلے سنائے جاتے ہیں۔ اس کے فیصلے کرنے کے طریقے کے بارے میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ زیادہ صحیح نہیں اس لیے کہ عام طور سے فیصلہ چار کے خلاف پانچ کی اکثریت سے کیا جاتا ہے اور اس طرح سے رد کرنے کا حق (Veto) صرف ایک شخص کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ بسا اوقات سپریم کورٹ کسی قانون کو خلاف دستور محض اس لیے قرار دے دیتی ہے کہ وہ اس کے ججوں کو پسند نہیں ہوتا۔ اس طرح سے عملاً قانون سازی بڑی حد تک سپریم کورٹ کے ججوں کی خواہشوں اور مخصوص رجحانات اور تصورات کا کھلونا بن کے رہ جاتی ہے۔ چونکہ ججوں کے ریٹائر ہونے کی کوئی عمر نہیں اس لیے زیادہ معمر یا بوڑھے ہوجانے کی وجہ سے اس عدالت کے جج کام دیر میں کرتے ہیں اور پھر ان بوڑھے ججوں کو نئی نسل کے رجحانات کا علم نہیں ہوتا۔ اس طرح سے بحیثیت مجموعی یہ عدالت زیادہ قدامت پسند ہوگئی ہے۔

اس عدالت پر ایک اہم اور وزنی اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اس کے جج عام طور پر زیادہ قدامت پسند ہوتے ہیں اور نسبتاً سرمایہ داروں کے زیادہ ہمدرد ہوتے ہیں اور قانون سازی کے ہر ترقی پسند قدم کی مخالفت کرتے ہیں۔ مثلاً دولت مندوں پر انکم ٹیکس لگانے یا اس کی شرح میں اضافہ کرنے کی تجویز، کم سے کم اجرت کے قانون، کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے لیے کام کے گھنٹوں کے تعین کرنے کے قانون کی مخالفت اس عدالت نے کی ہے۔

گاھے گاھے باز خواں......

ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ **الجمعیۃ** نئی دہلی

۲؍تا۸؍جون ۲۰۰۶ء

وزیراعظم کے نام جمعیۃ علماء ہند کا میمورنڈم

> ۱۷؍مئی ۲۰۰۶ء کو جمعیۃ علماء ہند نے ملّی مسائل کے تعلق سے اس وقت کے وزیراعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کو ایک میمورنڈم پیش کیا تھا اور ملک کی اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے مسائل پر انھیں متوجہ کیا تھا۔ وزیراعظم نے تمام باتوں کو توجہ سے سنا اور ان پر مثبت پیش رفت کا وعدہ کیا تھا۔ اس پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

ہندستان میں مسلمان مجموعی طور پر جن مسائل سے دوچار ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات مسلمانوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ مسلم پرسنل لاء، اوقاف اور مسلمانوں کے معابد ومقابر کی حفاظت پوٹا کے تحت گرفتار مسلمانوں کی رہائی آبادی کے تناسب سے ہر شعبۂ حیات میں مسلمانوں کے لیے ریزرویشن مسلمانوں کے لیے تعلیمی سہولیات سے محرومی، فرضی مڈبھیڑوں کے نام پر مسلم نوجوانوں کا قتل دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کو ہراساں کرنے کی کوشش فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے خلاف فرقہ پرست عناصر کی سازشیں وغیرہ ایسے مسائل ہیں جو آج مسلمانوں کے لیے سوہانِ روح بنے ہوئے ہیں۔

فرقہ وارانہ فسادات جب اور جہاں رونما ہوتے ہیں پورے طور پر ان کی زد مسلمانوں پر ہی پڑتی ہے۔ وہی مارے جاتے ہیں، وہی زخمی ہوتے ہیں، وہی جلائے جاتے ہیں، انھیں کی جائیدادیں لوٹی اور برباد کی جاتی ہیں اور پھر انھیں ہی گرفتار کرکے جیل کی سلاخوں کے پیچھے سڑنے پر مجبور کردیا جاتا ہے۔ پھر ان گرفتار شدگان پر قانون کی وہ دفعات مسلط کردی جاتی ہیں کہ نہ ان کی ضمانت لی جاتی ہے اور نہ ہی انھیں عدالتوں تک جانے دیا جاتا ہے۔ گجرات فسادات ۲۰۰۲ء میں جس طرح مسلمانوں کو زندہ جلا کر مار ڈالا گیا ان کی اربوں روپے کی املاک وجائیدادوں کو لوٹ کر جلایا گیا، لاکھوں لوگوں کو ریلیف کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا اور پھر سینکڑوں مسلمانوں کو پوٹا کے تحت گرفتار کرکے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا جو آج تک اپنے مقدمات کی سماعت کا انتہائی بے صبری کے ساتھ انتظار کررہے ہیں۔ آج نہ مسلمانوں کی جان ومال محفوظ ہے اور نہ ہی عزت وآبرو کی حفاظت کی کوئی گارنٹی ہے۔ نہ ان کا پرسنل لاء محفوظ ہے اور نہ ہی ان کے اوقاف اور عبادت گاہیں محفوظ ہیں۔

یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ ہندستان میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً پندرہ فیصد ہے اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ وہ مجموعی طور پر زندگی کے ہر شعبہ میں پچھڑے ہوئے ہیں، معاشی واقتصادی میدان ہو یا تعلیم کا میدان، وہ برادرانِ وطن سے بہت پیچھے ہیں۔ مسلمانوں کی آبادی میں تعلیمی سہولتوں کا فقدان ایک ایسی مسلّمہ سچائی ہے جس کا اظہار ہر وہ شخص کرنے پر مجبور ہے جو اپنے اندر انسانی ضمیر رکھتا ہے۔ ابھی حال ہی میں وزیراعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کی قائم کردہ سچر کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں بڑی تفصیل کے ساتھ اعداد وشمار کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ مسلمان معاشیات واقتصادیات ہی میں نہیں بلکہ تعلیم سمیت زندگی کے ہر شعبہ میں پسماندہ ہیں مگر یہ بات افسوس کے ساتھ ہی نوٹ کی جائے گی کہ جہاں قدم قدم پر ریزرویشن کی ریوڑیاں تقسیم ہورہی ہیں وہیں مسلمان اس سے پوری طرح محروم ہیں۔

ملک میں جب بھی دہشت گردی کا کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو اس کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں میں احساسِ جرم پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ ہندستان کا ہر مسلم نوجوان اپنے اندر یہ خوف پیدا کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کہیں اسے مجرم اور دہشت گرد قرار دے کر فرضی مڈبھیڑ کے نام پر قتل نہ کردیا جائے، لشکر طیبہ اور اس جیسے دوسرے نام پولیس کو ازبر یاد ہوچکے ہیں اور کسی کو بھی گرفتار کرنے اور مار ڈالنے کے لیے اس پر ان دہشت گرد تنظیموں کا لیبل لگا دینا اس کے لیے کافی ہے۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے بہت سے مسائل ہیں جو آج مسلمانوں کو بے چین کیے ہوئے ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند نے جو ہندستانی مسلمانوں کی فعال ومتحرک تنظیم ہے ہمیشہ ہی مسلمانوں کی تکلیف کو نہ صرف محسوس کیا ہے بلکہ ان تکلیفوں کے مداوا کے لیے بھی جدوجہد کی ہے۔ ابھی حال ہی میں ۱۷؍مئی ۲۰۰۶ء کو جمعیۃ علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق جمعیۃ علماء ہند کے ایک موقر وفد نے صدرِ محترم جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ کی قیادت میں وزیراعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ سے ملاقات کرکے انھیں مسلمانوں کے حل طلب مسائل پر مشتمل ایک میمورنڈم پیش کیا تھا جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے ہر شعبۂ زندگی میں ریزرویشن دیا جائے۔ مسلمانوں کے تمام مسائل نئی قائم شدہ اقلیتی وزارت کے تحت دیئے جائیں اور اس وزارت کو مؤثر اختیار دیئے جائیں۔ قدیم اور جائز طور پر بنائے گئے مذہبی مقامات کا تحفظ کیا جائے۔ پوٹا کے تحت گرفتار لوگوں سے پوٹا ہٹایا جائے۔ فرقہ وارانہ فسادات کے انسداد کے لیے جلد از جلد ایسا قانون بنایا جائے جس میں قاتلوں کے لیے سزا کا مؤثر انتظام ہو۔ فساد کے متاثرین کے معاوضہ کے لیے ایک مرکزی قانون بنایا جائے۔ یوپی اے حکومت کے کم سے کم مشترکہ پروگرام کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

جمعیۃ علماء ہند کے وفد نے آخر میں وزیراعظم کو ہندستان کے ساتھ عربوں اور ایران کے تعلقات سے آگاہ کرتے ہوئے انھیں توجہ دلائی ہے کہ ہندستان کو اپنے مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے امریکی اجارہ داری کے خلاف ایرانی جدوجہد کی حمایت کرنی چاہیے۔

یہ بات خوش آئند ہے کہ وزیراعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ نے جمعیۃ علماء ہند کے وفد کی باتوں کو بڑی توجہ سے سنا اور یقین دہانی کرائی کہ وہ مسلمانوں کے مسائل پر ہمدردانہ غور کریں گے اور ان کے حل کے لیے مناسب لائحۂ عمل مرتب کریں گے۔

ڈاکٹر منموہن سنگھ ایک سیکولر اور سلجھے ہوئے سیاستداں ہیں، وہ خود سکھ اقلیت سے تعلق رکھتے ہیں، انھیں اقلیتوں کے مسائل بھی معلوم ہیں ان سے بہرحال یہ امید کی جانی چاہیے کہ وہ انتہائی سنجیدگی کے ساتھ جمعیۃ علماء ہند کے اس میمورنڈم پر ہمدردانہ غور کریں گے اور مسلمانوں کو ان کے حقوق دلانے میں اہم کردار انجام دیں گے۔

جمعیۃ علماء ہند اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ہمیشہ دوطرفہ جدوجہد کرتی ہے، وہ مسلمانوں کے مسائل سے جہاں ایک طرف اربابِ حکومت کو توجہ دلاتی ہے اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انھیں مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے مجبور کرتی ہے وہیں وہ اپنے مسائل کے لیے رائے عامہ بھی ہموار کرتی ہے اور اس کے لیے دیانتدارانہ صحافت کو وسیلہ بنانے کی کوشش کرتی (باقی صـ۱۴ پر)

عالمِ اسلام

سعودی عرب نے طے کیا سالانہ سو ملین سیاحوں کی آمد کا ہدف

سعودی وزیر سرمایہ کاری انجینئر خالد الفالح نے کہا ہے کہ توانائی، سمندری مصنوعات، گاڑیاں، ٹرانسپورٹ، تعمیرات اور سیاحت کے شعبوں میں ترجیحی بنیاد پر سرمایہ کاری ہوگی۔ الاقتصادیہ کے مطابق سعودی وزیر سرمایہ کاری نے کہا کہ قومی سرمایہ کاری حکمت عملی سے تقریباً تین ٹریلین یورو کی براہ راست سرمایہ کاری کے امکانات ہیں۔ ملکی سرمایہ کاروں کے لیے بھی بھرپور مواقع ہیں۔ ریاض میں سعودی یونانی انویسٹمنٹ فورم سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یونان کی چودہ کمپنیاں پروجیکٹ مینجمنٹ، ٹیکنالوجی اور مختلف صنعتوں میں سعودی عرب میں سرمایہ لگائے ہوئے ہیں۔ یونانی سرمایہ کار مملکت میں بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کے خواہشمند ہیں۔ خالد الفالح نے کہا کہ یونان میں سیاحت کا شعبہ ملک کو ۲۰ فیصد قومی پیداوار دے رہا ہے جبکہ سعودی عرب میں سیاحت کے بڑے امکانات ہیں۔ مملکت میں ۲۰۳۰ء تک پانچ لاکھ ہوٹل روم تیار ہوں گے۔ ان میں بیشتر نئے ہوں گے۔ سالانہ سو ملین سیاحوں کی سعودی عرب آمد کا ہدف ہے۔

مسجد الحرام میں قرآن مجید کے حلقے بحال کردیئے گئے

حرمین شریفین انتظامیہ نے کہا ہے کہ مسجد الحرام میں قرآن مجید کے حلقے بحال کردیے گئے ہیں۔ سبق ویب سائٹ کے مطابق مسجد الحرام کے مختلف حصوں میں قرآن مجید کے پانچ حلقوں نے کام شروع کردیا ہے۔ انتظامیہ نے کہا ہے کہ شاہ فہد کے توسیعی منصوبے والے حصے کی پہلی منزل میں چار حلقے کام کررہے ہیں جبکہ ایک حلقہ تیسرے سعودی توسیعی حصے میں ہے۔ انتظامیہ نے کہا ہے کہ تمام حلقے شام کے وقت سے کام شروع کرتے ہیں جہاں ہر حلقے کے لیے مشائخ مقرر ہیں۔ حلقے میں شرکت کرنے والے حفاظتی تدابیر سمیت ماسک کی پابندی کریں گے۔

سعودی عرب کے اسکولوں میں یوگا کو بطور کھیل متعارف کروایا جائے گا

سعودی یوگا کمیٹی کی صدر نوف المروعی نے کہا ہے کہ یوگا کو جلد ہی بطور کھیل مملکت کے اسکولوں میں متعارف کروایا جائے گا۔ عرب نیوز کے مطابق نوف المروعی نے کہا کہ وزارت تعلیم کے تعاون سے ملک بھر کے اسکولوں میں یوگا کو اس کے صحت کے فوائد کی وجہ سے نصاب کے حصے کے طور پر متعارف کروایا جائے گا۔ ۹؍ مارچ کو سعودی یوگا کمیٹی اور سعودی اسکول اسپورٹس فیڈریشن کے درمیان تعاون کی تفصیلات سے آگاہ کرنے کے لیے ایک تعارفی لیکچر منعقد کیا گیا تھا۔ واضح رہے وزارت کامرس نے نومبر ۲۰۱۷ء میں سعودی عرب میں یوگا کی بطور کھیل تعلیم اور مشق کی منظوری دی تھی۔ نوف المروعی نے الشرق الاوسط کو انٹرویو میں یہ بھی کہا کہ جسمانی اور ذہنی صحت میں یوگا کی اہمیت کی وجہ سے یہ پورے مملکت میں پھیل رہا ہے۔ اسکولوں میں یوگا کو متعارف کروائے جانے کے حوالے سے سرٹیفائڈ یوگا انسٹرکٹر اور آنندا یوگا اسٹوڈیو کے بانی خالد جمعان الزہرانی نے عرب نیوز سے بات کرتے ہوئے کہا کہ جیسے ہی میں نے یوگا کو سمجھنا شروع کیا، میری اس کے ناقابل یقین فوائد کی دریافت کبھی نہیں رکی۔ کیونکہ یہ ایک مکمل اور تبدیلی کا کھیل ہے جو اپنے مشق کرنے والوں کو ایک پرسکون اور صاف ذہن اور مضبوط اور صحت مند جسم کی طرف لے جاتا ہے۔

ہندستان میں اسلامیات پر تحقیقات

مخفی گوشے سامنے لانے کی ضرورت

تحریر: مفتی امانت علی قاسمی

تحقیق کا مفہوم یہ ہے کہ حقیقت کو بیان کیا جائے، سچائی کو اجاگر کیا جائے، ایسی تحریریں یا انکشافات جواب تک پردۂ خفا میں ہیں ان کو منظر عام پر لایا جائے، متفرق چیزوں کو جمع کرنا یا غیر مرتب اجزاء کو مرتب کرنا بھی تحقیق کے دائرے میں آتا ہے۔ کسی خاص موضوع سے متعلق ان تمام دستیاب معلومات کو سلیقے سے جمع کرنا جو تحقیق کی دسترس میں ہوں اور انھیں ایسی جدید نئی شکل میں ترتیب دینا جو سابقہ معلومات کی تائید یا وضاحت کرے یا عمدگی میں ان سے بہتر ہو یہ بھی تحقیق کا موضوع ہے۔

تحقیق سے مخفی گوشے سامنے آتے ہیں، مشکل مسائل کا حل نکلتا ہے، زمانے کی تبدیلی اور زبان و بیان کے اسلوب میں ارتقائی مراحل کا پتہ چلتا ہے، وقت کی نزاکت و ذمہ داری، مسائل و امکانات، مواقع اور حصولیابیاں یہ بھی تحقیق کے ذرائع سے ہی وجود میں آتی ہیں، اس لیے کہنا چاہیے کہ تحقیق زندہ عمل ہے اور زندگی کی علامت ہے۔ جس قوم میں تحقیق کا تسلسل ہوتا ہے اور جس معاشرے میں تحقیقی عمل کی اہمیت ہوتی ہے وہ قوم اور معاشرہ نہ صرف زندہ ہے، بلکہ زندگی بخشنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ آگے بڑھنا اس کا مقدر ہے، وہ سماج نہ صرف اپنے لیے بلکہ دوسرے کے لیے مفید تر ثابت ہوسکتا ہے۔

مختلف موضوعات پر اس وقت تحقیق کا عمل جاری ہے۔ ہر میدان میں ترقی ہورہی ہے۔ سائنس وٹیکنالوجی کی یہ ترقی تحقیق کی ہی رہین منّت ہے۔ انٹرنیٹ اور کمپیوٹر، موبائل اور جدید آلات و وسائل کی فراہمی اور اس کے ذریعے ترقی کی یہ رفتار درحقیقت تحقیق کا ہی عمل ہے۔ آج جس طرح مختلف میدانوں میں تحقیق کا یہ تسلسل جاری ہے، اسلامیات کے میدان میں بھی اس کی رفتار سست نہیں ہوئی ہے، گو کہ رفتار تیز نہیں ہے۔ عرب ملکوں میں، اسی طرح پڑوسی ملک میں اسلامیات پر خاصہ کام ہورہا ہے۔ پاکستان میں 'اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ' سیرت کا 'نقوش نمبر'، علم حدیث میں 'المدونة الجامعه' اس طرح کے کئی تحقیقی کام منصۂ شہود پر آچکے ہیں، لیکن غور کیا جائے تو اس وقت ہندستان میں تحقیق کا کوئی بڑا کام نہیں ہورہا ہے۔ ہندستان میں صدیوں علم و تحقیق کا بازار گرم رہا ہے اور یہاں کے دینی مدارس نے اہل علم کی جو کھیپ تیار کی ہے، اس نے پوری دنیا میں اپنی روشنی بکھیری ہے۔ یہاں ایسے بہت سے گل و لالہ اور مہ و انجم پیدا ہوئے جنھوں نے باہر کی دنیا میں رہ کر بڑا علمی کام انجام دیا ہے۔ مولانا لطیف الرحمٰن بہرائچی نے 'الموسوعة الحديثية لمرويات الوفا باسماء النساء' بھی قابل ذکر کارنامہ ہے۔

ہندستان میں مسلمانوں کی آبادی تیس کروڑ سے زائد ہے اور یہاں پر اسلامیات اور دینیات کے موضوعات پر لکھنے، پڑھنے اور پڑھانے کی صدیوں پرانی تاریخ ہے۔ بڑے بڑے دینی و اسلامی ادارے ہیں، یہاں پر سرمایہ ملت کا نگہبان دارالعلوم دیوبند ہے، جس نے اپنے قیام کے وقت سے ملک وملت کے لیے عظیم قربانیاں دی ہیں۔ عظیم افراد تیار کیے ہیں، جس کی حیرت انگیز تاریخ ہے۔ قابل فخر کارنامے ہیں۔ یہاں پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ہے جس نے عصری علوم کے مختلف میدانوں میں قابل ذکر کارنامے انجام دیئے ہیں، اس کے فیض یافتہ دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف سطح پر سماجی و علمی خدمات سے وابستہ ہیں۔ علی گڑھ میں عصری علوم کے ساتھ دینی علوم اور اسلامیات کی تعلیم کا نظم ابتدا سے ہی ہے۔ باضابطہ دینیات کے شعبے ہیں، اور اسلامیات پر کئی رسالے نکلتے ہیں۔ اس کے علاوہ مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ، اشاعت العلوم اکل کوا، جامعۃ الفلاح اور اس جیسے سینکڑوں بافیض ادارے ہیں۔ یہاں پر ملت اسلامیہ کی کئی قابل ستائش تنظیمیں ہیں، جنھوں نے ملک وملت کے لیے بہتر سماج کے لیے اور مسلمانوں کی تعلیمی وسماجی و سیاسی ترقی کے لیے بڑی کوششیں کی ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند جس کی ذیلی شاخیں پورے ہندستان میں پھیلی ہوئی ہیں اور ایک مضبوط نیٹ ورک ہے، جس نے ہندستان کی آزادی سے لے کر موجودہ حالات میں سماج کی خوشحالی وترقی کے لیے بڑی جدوجہد کی ہے۔ اس کی بڑی روشن تاریخ اور تابناک ماضی ہے۔ یہاں پر جماعت اسلامی ہے، جو مسلمانوں کی منظّم اور مضبوط تنظیم ہے جس کی کارکردگی محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ جماعت اسلامی ہند، جمعیۃ علماء ہند، مسلم پرسنل لا، یہ مسلمانوں کی بڑی تنظیمیں ہیں، جن کے ملک وملت پر اچھے اثرات ہیں۔ اس کے علاوہ فقہ اکیڈمی انڈیا، دارالمصنّفین اور اوبجیکٹیو اسٹڈیز جیسی علمی تنظیمیں بھی ہیں۔

> **آزادی کے بعد سے ہی مسلمان مختلف سیاسی، سماجی اور تعلیمی مسائل سے دوچار ہیں، جس کی وجہ سے بھی تحقیق کے میدان کی طرف جس قدر خاطر خواہ توجہ دینی چاہیے تھی اس طرح توجہ نہیں ہوسکی۔ عصری و دینی تعلیم کی تقسیم نے ایک عرصے تک خود مسلمانوں کو آپس میں دست و گریباں رکھا اور ایک لمبا عرصہ ہم نے اسی میں گزار دیا ہے کہ دینی تعلیم ضروری ہے یا عصری تعلیم اور تقسیم صحیح ہے یا نہیں، اس تقسیم کی اب ضرورت ہے یا نہیں؟ اب اگرچہ اس طرح کی بحث و تکرار کی نوبت نہیں آتی لیکن تقسیم نے جو دوریاں پیدا کی ہیں وہ ابھی تک ختم نہیں ہوئی ہیں۔**

لیکن یہ شکوہ اپنی جگہ قائم ہے کہ دائرۃ المعارف کے بعد کسی ادارے کی طرف سے اسلامیات پر کوئی بڑا تحقیقی کام نہیں ہوسکا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ، پروفیسر یاسین مظہر صدیقی صاحبؒ اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب جیسے اصحابِ علم نے یقیناً علمی دنیا کو سیراب کیا ہے لیکن باضابطہ تحقیق کے ادارے قائم کرکے نئی روشنی فراہم کرنے، قدیم مخطوطات کو جدید قالب میں ڈھالنے، نئے موضوعات پر حسب ضرورت جس طرح کام کرنے کی ضرورت ہے اس سطح پر کام نہیں ہوسکا ہے۔ ہم مستشرقین کے کاموں پر کھل کر تنقید کرتے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مستشرقین نے پہلی مرتبہ علم اسلامیہ کے جس بڑے ذخیرے کو ایڈٹ کرکے شائع کیا، آج تک ہم انھی کی ایڈٹ شدہ کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ ہم نے ازسرنو ان کتابوں کو طبع نہیں کرایا ہے۔ عالم عرب میں بڑے بڑے ناشرانِ کتب بزنس کے طور پر خوشنما ٹائٹل کے ساتھ جو کتابیں طبع کرتے ہیں ان میں تصحیح کا بالکل بھی خیال نہیں رکھا جاتا ہے اور ہم انھی کتابوں پر اکتفا کرتے ہیں چاہے وہ اغلاط کا مجموعہ کیوں نہ ہوں۔ یہ کوئی فرضی کہانی نہیں ہے، بلکہ حقیقت واقعہ ہے۔ میں نے خود 'فتاویٰ شامی' کے مطالعہ کے دوران اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ ہر جلد میں اغلاط کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز تھی لیکن ہندستان میں ناشرانِ کتب انھی کتابوں کا عکس طبع کرتے ہیں جس کا صرف ظاہر دیدہ زیب ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں اسباب کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے، جس ملک نے پوری دنیا کو علم و تحقیق کی روشنی دی، آخر اسی علمی دنیا میں خشک سالی کیوں؟ اس کا اگر منصفانہ جائزہ لیا جائے اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو چند باتیں سامنے آتی ہیں۔

تحقیقی کام کے لیے باصلاحیت افراد کی ٹیم، طویل وقت اور کثیر صرفہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی بڑے علمی و تحقیقی پروجیکٹ کے لیے یہ تینوں چیزیں لازمی ہیں۔ ہندستان جیسے ملک میں اسلامیات کے میدان میں تحقیق کے لیے سرکاری امداد کی توقع فضول ہے۔ غیر سرکاری اداروں اور تنظیموں کے پاس جو بڑا سرمایہ جمع ہوتا ہے وہ زکوٰۃ کی مد کا ہوتا ہے جس سے اس طرح کے علمی کاموں کی گنجائش کم ہوتی ہے۔

مدارس میں عام طور پر ان کا جو بجٹ ہوتا ہے اسے ہی پورا کرپانا مشکل ہوتا ہے، تنظیمیں جن مقاصد کے لیے سرمایہ دار مخیّر حضرات سے پیسے وصول کرتی ہیں ان میں جیلوں میں بند مسلمانوں کے مقدمات کی پیروی، سیلاب و فساد میں تباہ ہوئے لوگوں کی بازآبادکاری اور تعلیم کے میدان میں مسلمانوں کو خودکفیل بنانے جیسے موضوعات ترجیحات میں شامل ہیں اور یقیناً یہ سارے ہی امور اپنی جگہ اہم اور وقت کی ضرورت ہیں، اس لیے ان موضوعات پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

ہندستان میں سرمایہ دار حضرات تعلیمی اداروں میں بسااوقات بلڈنگ کے لیے بجٹ دے دیتے ہیں، لیکن جب ان سے کسی تحقیقی کام کے لیے کسی بڑے بجٹ کا مطالبہ کیا جائے تو وہ غیر ضروری کام سمجھ کر اس جانب توجہ نہیں دیتے ہیں اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس بحران کے پیچھے مالی وسائل کی کمی سب سے بڑا سبب ہے۔

آزادی کے بعد سے ہی مسلمان مختلف سیاسی، سماجی اور تعلیمی مسائل سے دوچار ہیں، جس کی وجہ سے بھی تحقیق کے میدان کی طرف جس قدر خاطر خواہ توجہ دینی چاہیے تھی اس طرح توجہ نہیں ہوسکی۔ عصری و دینی تعلیم کی تقسیم نے ایک عرصے تک خود مسلمانوں کو آپس میں دست وگریباں رکھا اور ایک لمبا عرصہ ہم نے اسی میں گزار دیا ہے کہ دینی تعلیم ضروری ہے یا عصری تعلیم اور تقسیم صحیح ہے یا نہیں، اس تقسیم کی اب ضرورت ہے یا نہیں؟ اب اگرچہ اس طرح کی بحث وتکرار کی نوبت نہیں آتی لیکن تقسیم نے جو دوریاں پیدا کی ہیں وہ ابھی تک ختم نہیں ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر دینی مدارس سے کوئی تحقیقی کام منظر عام پر آئے تو یونیورسٹی میں اس کی پذیرائی نہیں ہوتی اور اگر یونیورسٹی میں اسلامیات پر کوئی قابل قدر کام ہو تو مدارس کی چہار دیواری تک اس کی پہنچ نہیں ہوتی ہے۔

ترجیحات کا فرق بھی اس مسئلے میں حائل رہا ہے، اداروں اور تنظیموں کی ترجیحات میں یہ چیزیں شامل نہیں رہی ہیں، ان کے پروجیکٹ اور عزائم میں تحقیق کو جگہ نہیں دی گئی ہے۔

حوصلہ افزائی کی کمی بھی اس کا ایک سبب ہوسکتا ہے، عہد عباسی میں کسی کتاب کے ترجمہ پر کتاب کے وزن کے برابر درہم و دینار سے نوازا جاتا تھا اور بڑے بڑے انعامات دیئے جاتے تھے، اب اگر کوئی شخصی طور پر بھی بڑا کارنامہ کرے تو اداروں کی طرف سے اس کی حوصلہ افزائی بہت کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے تحقیقی کام کرنے والوں کا جذبہ سرد پڑجاتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ منصفانہ اور حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے کہ آخر وہ کیا اسباب ہیں اور ان کا ہم کس طرح تدارک کرسکتے ہیں؟ مالی وسائل کی کمی یقیناً تحقیق کے میدان میں ایک بڑی رکاوٹ ہے لیکن جس طرح عزم وہمت کے ساتھ ہندستانی مسلمانوں نے اپنے تعلیمی اداروں کی حفاظت کی ہے، مشکل حالات میں بھی اپنے قومی اداروں کے تحفظ کو یقینی بنایا ہے، کوئی بعید نہیں ہے کہ تحقیق کے لیے درکار وسائل کو مہیا نہ کیا جاسکے۔ ہم اپنے بجٹ میں اگر اس کا اضافہ کرتے ہیں اور اس کی اہمیت کا لوگوں کو احساس دلاتے ہیں تو یقیناً اس کمی کو پورا کیا جاسکتا ہے، خاص طور پر جو بڑی تنظیمیں ہیں اگر وہ اس جانب کوشش کریں تو میرا خیال ہے مالی وسائل کی کمی نہیں ہوگی۔ اسی طرح جو علمی تنظیمیں ہیں وہاں بھی اگر اس کا کوئی معقول نظم قائم کیا جائے اور اچھے محقق علماء کی خدمات حاصل کرکے نئے فضلاء کی تربیت کا کام انجام دیا جائے اور علم و تحقیق کے لیے فضلاء کی ٹیم تیار کی جائے جن سے تحقیقی کاموں میں مدد لی جائے تو ہندستان کے مسلمان اور یہاں کے ادارے جس خوش اسلوبی کے ساتھ تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں اسی طرح تحقیقی خدمات بھی نمایاں کارنامہ انجام دیں گے۔ ☐☐

مکتب کی تعلیم: مسائل، مراحل اور حل
ایک جائزہ

تحریر: مولانا محمد ابراہیم سجاد

ابتدائیہ (Primary)، وسطانیہ (Secondary) اور ثانویہ (Senior Secondary) تعلیم کے دو تین مراحل ہیں جن پر اعلیٰ تعلیم کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ جو طلبہ و طالبات یہ تین تعلیمی مراحل طے کر لیتے ہیں، ان کی تعلیمی کارکردگی کا جائزہ لینے سے جہاں ان کی آئندہ زندگی کے رجحانات کا پتہ چل جاتا ہے، وہیں بھی بہت حد تک واضح ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ تعلیمی مراحل میں کس کی کامیابی کا امکان کتنا ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ان مراحل میں جن طلبہ کی کارکردگی شاندار رہی، اعلیٰ تعلیمی مراحل میں بھی انہوں نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ مذکورہ تین مرحلہ ہائے تعلیم میں بھی سب سے زیادہ اہمیت و معنویت کا حامل مرحلہ ابتدائی ہے۔ اسی مرحلے میں پھول کی پتیوں جیسے معصوم بچوں اور بچیوں کو تعلیم کی وہ بنیاد فراہم کی جاتی ہے جس پر آنے کے تمام مراحل کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرحلہ تعلیم کو دنیا کا ہر ملک، ہر قوم اور ہر ملت اہمیت دیتی رہی ہے۔ مذہب اسلام نے تو اسے تمام مذاہب و ادیان سے کہیں زیادہ اہمیت دی ہے۔ مسلمانوں میں اس مرحلہ تعلیم کے لیے مسجدوں یا ان سے متصل سائبانوں کا باضابطہ عمارتوں میں مکاتب کا نظام چلتا رہا ہے۔ آج سے صرف پندرہ بیس سال پہلے کی بات کریں تو تعلیم نسواں کا واحد ذریعہ یہی مکاتب ہی تھے۔ اب جبکہ تعلیم نسواں کے مدارس بڑی تعداد میں کھل گئے ہیں اور یہ سلسلہ بڑی برق رفتار سے جاری ہے، مکاتب پر توجہ بہت حد تک ختم ہوگئی ہے یا اس میں بے انتہا کمی در آئی ہے۔

حالانکہ اچھی بات یہ ہے کہ مٹھی یا چٹکی سے چلنے والے ان مکاتب کی کل سے زیادہ آج ضرورت ہے۔ خاص کر کورونا وبا کی آمد اور اس سے پیدا شدہ حالات کے بعد یہ احساس شدت اختیار کر گیا ہے کہ مکاتب کی آج بھی ضرورت ہے اور کل بھی رہے گی۔ جس مکتبی نظام تعلیم کے اوّلین بنیاد گزار سید الاولین والآخرین محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، زمانہ چاہے جس قدر بھی ترقی کر لے اور مسلمان چاہے مغربی جدت طرازیوں سے مرعوب ہو کر اس سے جتنی بھی بے اعتنائی کیوں نہ برت لیں مگر اس کی اہمیت و افادیت نہ کبھی ختم ہوئی اور نہ ہوگی۔ میرے خیال سے کوئی بھی مسلمان اس تاریخی حقیقت سے نا آشنا نہیں ہوگا کہ جب لفظ اقرا سے وحی ربانی کا آغاز ہوا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیام ربانی کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ہی ساتھ مکاتب کے قیام کا بھی آغاز فرما دیا۔ چنانچہ سیدہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کا گھر مکہ مکرمہ کا اوّلین کتاب بنا اور اولین استاد سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ قرار پائے۔ دوسرا مکتب دارِ ارقم بنا جو صفا پہاڑی کے دامن میں واقع تھا۔ ۴۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے مستقل طلبا تھے اور اس کے معلم، بہ نفس نفیس معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تیسرا مکتب شعب ابی طالب قرار پایا۔ شعب ابی طالب میں مسلمانوں پر ظلم و جور کی کیا قیامت ٹوٹی، یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ تو معلوم بات ہے۔ تاہم اس کا ایک حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ پورے عرب کے مقاطعے اور بائیکاٹ کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ تعلیم ٹوٹنے نہیں دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، سلسلۂ تعلیم جاری رہے۔ مدینے میں بھی ہجرت سے پہلے ہی قیام مکاتب کا مشن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع فرما دیا تھا۔ اس مشن کی شروعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر اور عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو مدینے بھیج کر فرمایا تھا۔ مقصد صرف اور صرف یثرب کے حلقہ بہ گوشانِ اسلام کو زیورِ تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے انہیں انسانی تاریخ کے عظیم ترین تغیر کے لیے تیار کرنا تھا۔ ان دونوں حضرات نے سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا اور اس طرح ان کا گھر ہی مدینے کا اوّلین مکتب بنا۔ مدینے کا دوسرا مکتب سیدنا رافع بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کے لیے قائم فرمایا۔ اس مکتب میں قرآن مجید کی سورہ یوسف کی قرأت و حفظ اور تدبر و تفکر کے ساتھ سلسلۂ تعلیم کا آغاز ہوا۔ مدینے کی تیسری مکتبی درسگاہ مسجد قبا بنی۔ سیدنا سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ اس کے امام و مدرس قرار پائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور مدینے کے علاوہ دیگر علاقوں میں بھی مکاتب قائم فرمائے۔ غمیم کا مکتب اس کی دلیل ہے جس کے معلم و اتالیق سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت مبارکہ اور تعلیمی مشن کو خلفائے راشدین نے صرف زندہ رکھا بلکہ اسے حکومتی سرپرستی بھی عطا کر دی۔ چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اولاً بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مکاتب قائم کیے اور معلمین کے لیے بقدر کفایت ایک رقم بطور وظیفہ مقرر کر دی۔ (محلی ابن حزم: ۷/ ۱۹۵) اس طرح سے ہر جگہ مکاتب کا نظام قائم ہو گیا تھا اور بہت سارے فقہا اور علمائے کرام نے اپنی ابتدائی تعلیم انھیں مکاتب میں پائی تھی۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: تین چیزیں لوگوں کے لیے ضروری ہیں: (۱) حاکم و امیر، ورنہ لوگ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو جائیں گے (۲) مصحف یعنی قرآن کی نشر و اشاعت ورنہ کتاب اللہ کا پڑھنا پڑھانا بند ہو جائے گا (۳) عوام الناس کا اپنی اولاد کو تعلیم دینے کے لیے معلم رکھنا ضروری ہے، جو اجرت لے، ورنہ لوگ جاہل رہ جائیں گے۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام: ۱/ ۲۹۱) ہمارے اسلاف کرام مکاتب کو کس قدر اہم اور ضروری سمجھتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ جب مکتب کے پاس سے گزرتے تو اس میں پڑھنے والے بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ یہی بچے ہماری قوم کے رہنما ہیں۔ (طبقات ابن سعد: ۵/ ۱۴۱) امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے لڑکپن میں مکتب کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے کہا: میں اپنی ماں کی گود میں یتیم تھا، مجھے میری ماں نے ایک مکتب کے حوالے کر دیا۔ جب میں نے قرآن پڑھ لیا تو مسجد میں جا کر علماء کی مجالس اور حلقوں میں بیٹھنے لگا۔

آج جبکہ تعلیمی رنگ روپ بالکل بدل چکا ہے، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اللہ بیزار تعلیم دی جا رہی ہے، مدارس میں سچر کمیٹی رپورٹ کے مطابق صرف چار فی صد مسلم بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، مکاتب کی اہمیت و ضرورت مزید دوبالا ہوگئی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ مکاتب کی ضرورت تو چھوٹے چھوٹے مدارس پوری کر ہی رہے ہیں تو الگ سے ان کے قیام کی ضرورت کیا ہے؟ میں کھلے بندوں کہنا چاہوں گا کہ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے۔ چائنا کے پاس آپ سے ہی نہیں، پورے عالم اسلام سے کہیں زیادہ اسکول اور کالج ہیں، پھر بھی اس نے کمیونزم کی خصوصی تعلیم کے لیے بچوں کی الگ درسگاہیں کیوں قائم کر رکھی ہیں؟ مسلمانوں کے پاس عیسائیوں سے زیادہ مدارس و اسکول نہیں ہیں، پھر بھی انہوں نے مشنریز کا جال کیوں بچھا رکھا ہے اور ان میں نہایت تندہی اور منصوبہ بند انداز میں معصوم بچوں کی ذہن سازی کیوں کی جاتی ہے؟ آر ایس ایس نے اپنے نظریات کی تبلیغ و تشہیر کے لئے لاکھوں اسکول اور گروکل کیوں کھول رکھے ہیں؟ اس لیے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کورے کاغذ پر کچھ بھی لکھنا، استعمال شدہ کاغذ پر لکھنے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔ ہمارے پاس تو ایسے اسکولوں کی تعداد بھی بے حد کم ہے جن میں اسلامیات کی تعلیم کے ساتھ عصری علوم پڑھائے جاتے ہوں کہ ہم کہہ لیتے کہ مکاتب کی خانہ پری تو مدرسوں اور اسکولوں سے ہو رہی ہے، اس لیے مکاتب کے قیام کی ضرورت نہیں ہے۔ غرضیکہ مکاتب کی اہمیت و ضرورت آج بھی ہے اور کل بھی رہے گی۔

> **آج جبکہ تعلیمی رنگ روپ بالکل بدل چکا ہے، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اللہ بیزار تعلیم دی جارہی ہے، مدارس میں سچر کمیٹی رپورٹ کے مطابق صرف چار فیصد مسلم بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، مکاتب کی اہمیت و ضرورت مزید دوبالا ہوگئی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ مکاتب کی ضرورت تو چھوٹے مدارس پوری کر ہی رہے ہیں تو الگ سے ان کے قیام کی ضرورت کیا ہے؟ میں کھلے بندوں کہنا چاہوں گا کہ یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے۔**

رہا معاملہ اس سلسلے کے مسائل کا تو جس طرح دنیا کے تمام امور کئی طرح کے مسائل کا سامنا ہوتا ہے، اسی طرح مکاتب کی تعلیم کے سامنے بھی کئی ایسے اہم مسائل رہے اور ہیں جن کا حل اور مداوا تلاش کرنا از حد ضروری ہے۔ میری نظر میں فنڈ کی قلت و کمی، معیارِ تعلیم کی خستہ حالی، نظم و ترتیب کا فقدان اور جامع اور تقاضائے زمانہ سے ہم آہنگ نصاب تعلیم سے محرومی ایسے ہی چند مسائل ہیں جن کو حل کیے بغیر مکاتب سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دینی مکاتب کو چٹکی یا مٹھی کے سہارے چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسی سے مدرسِ مکتب کا محنتانہ ادا کیا جاتا تھا جو بہت معمولی ہوا کرتا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مکاتب کے سامنے فنڈنگ کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں بلکہ بہت پرانا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ مسلمانوں میں قدرے خوشحالی آنے کے باوجود جس کا تس ہے۔ اسی وجہ سے مکاتب کو عموماً کوالیفائڈ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ نہیں مل سکے جو ان کے معیارِ تعلیم کی پستی و زبوں حالی کا سب سے بڑا سبب تھا اور ہے۔ حالانکہ درحقیقت کسی سے مخفی نہیں ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ٹرینڈ اساتذہ کی جس قدر ضرورت مکاتب کو ہے، بڑے مدارس و جامعات کو ہی نہیں ہے۔ یہاں پر میں ایک مثال پیش کرنا چاہوں گا۔ چین ۱۹۴۹ء تک تعلیم کے میدان میں سب سے پسماندہ ملک تھا۔ اس وقت سے لے کر ۱۹۷۶ء تک وہاں رشین نظام تعلیم نافذ رہا تھا۔ ابھی وہ دنیا کے بیس سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ممالک میں ۱۴ویں نمبر پر ہے۔ بروقت وہ دنیا کا واحد ایسا ملک ہے جس کا پورا نصاب اس کی اپنی زبان مندارن میں ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم بھی وہاں اس کی مادری زبان میں ہی ہوتی ہے۔ میرے علم کی حد تک آج تک کوئی مسلم ملک ایسا منظر وجود پر نہیں آیا جو سائنس و ٹیکنالوجی کے علوم کو اپنی مادری زبان میں اپنے بچوں کو پڑھانے سکھانے کی پوزیشن میں ہو۔ مسلم ملکوں میں انگریزی ہی میں ان علوم و فنون کی تعلیم آج بھی دی جاتی ہے۔ بہر کیف! ماؤزے تنگ کی موت کے بعد چین کا نظام تعلیم یکسر بدل گیا۔ ایک اہم قدم یہ اٹھایا گیا کہ پروفیسروں کو مکاتب میں اور مکاتب کے اساتذہ کو یونیورسٹیوں میں بھیج دیا گیا۔ لوگوں نے اس قدم کا بہت مذاق بنایا مگر جو فکر تھی اس میں، وہ پوری ہوگئی اور وہ فکر تھی کہ ابتدائی تعلیم ایسی ہونی چاہیے کہ اگلے دس برسوں میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں امریکہ کو چیلنج دینے والی ایک نسل تیار ہو جائے اور وہ آئندہ نسلوں کی بہترین تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دے سکے۔ ان کی یہ منشا پوری ہو چکی ہے۔ آج اگر ایک انتہائی چابک دست موبائل امریکہ میں تیار ہوتا ہے جس کی قیمت ۲۰ ہزار ہے تو کل چین کے ٹیکنالوجسٹ اسی طرح کا موبائل اس سے زیادہ آپشنز اور فنکشنز کے ساتھ تیار کر کے بازار میں لا دیتے ہیں، وہ بھی صرف ۱۲۰۰ میں۔ امریکہ چاند کے شمالی قطب تک پہنچا ہے مگر چین گزشتہ سال ماہ نومبر میں جنوبی قطب سے مٹی اتار لایا ہے جو چاند کا سب سے زیادہ دور افتادہ علاقہ ہے۔ یہ اسی نسل کے لوگ ہیں جن کو مکاتب میں پروفیسروں نے پڑھایا تھا۔

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ متوسطہ اور ثانویہ تک تعلیم دینے والے مدارس میں عالمیت اور فضیلت تک تعلیم دینے والے مدارس کے اساتذہ سے بہتر اور کوالیفائڈ اساتذہ ہونے چاہئیں اور مکتب و ابتدائی تعلیم دینے والے اداروں میں ان سب سے اچھے اور کوالیفائڈ اساتذہ ہونے چاہئیں۔ اس لیے مکاتب کے اساتذہ کی نہ صرف اسناد پرکھا جائے بلکہ ان کی کوالیفکیشن کو بھی خوب جانچا پرکھا جائے اور ان کو تنخواہ اور سہولیات بھی فضیلت میں تعلیم دینے والے اساتذہ سے زیادہ دی جانی چاہیے۔ بڑوں کو پڑھانا آسان ہے مگر بچوں کو پڑھانا بکریاں چرانے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اس فیکٹ کو سمجھنے کی ضرورت ہے، لیکن کیا کہیے کہ مدارس کے نئے نئے فارغین اونچی کلاسوں میں پڑھانے کو ہی اپنا معیار سمجھتے ہیں اور مکاتب اور چھوٹی کلاسوں میں پڑھانا اپنی توہین سمجھتے ہیں جبکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔

اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ مکاتب کا معیارِ تعلیم بلند ہو، ہم اپنے بچوں کو معیاری تعلیم و تربیت اور بلند اقدار سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان کی بھرپور فنڈنگ پر بھرپور توجہ دینا ہوگی تا کہ ان میں کوالیفائڈ اساتذہ کو معیاری تنخواہیں اور معیاری سہولیات دے کر بحال کر سکیں۔ کتنا افسوسناک منظر نامہ ہے یہ کہ جب مسلمان اپنے بچوں کو پرائیویٹ انگریزی میڈیم اسکولوں میں بھیجتے ہیں تو فی کس ہزار دو ہزار سے لے کر دس بارہ ہزار روپے تک ٹیوشن فیس کے بطور بڑی آسانی سے خرچ کر دیتے ہیں مگر دینی بنیادی تعلیم کا معاملہ آتا ہے تو سو دو سو روپے ادا کرنا بھی انہیں نہایت شاق اور گراں گزرتا ہے۔ مسلمانوں کو اس نفسیات سے باہر آنا ہوگا۔ انہیں

(باقی صـ۱۴ پر)

عالمی خبریں

تین سالہ امریکی بچے نے پستول سے کھیلتے ہوئے والدہ کو گولی ماردی

امریکہ میں ایک تین سالہ بچے نے پستول سے کھیلتے ہوئے اپنی والدہ کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق پولیس نے بتایا کہ یہ واقعہ امریکی شہر شکاگو کے مضافاتی علاقے ڈالٹن کی ایک مارکیٹ میں پیش آیا ہے۔ پولیس کا کہنا تھا بچہ گاڑی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ اس کے والدین آگے بیٹھے ہوئے تھے، تاہم یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ پستول کس طرح سے بچے کے ہاتھ لگا۔ مقامی پولیس چیف رابرٹ کولنز نے اے ایف پی کو بتایا کہ گاڑی میں بیٹھے ہوئے بچے نے پستول سے کھیلنا شروع کر دیا اور اس دوران پستول کا ٹریگر دبا دیا۔ اس دوران بچے کی بائیس سالہ والدہ دیجاہ بینیٹ کو گولی گردن میں جا کر لگی۔ فوری طور پر انہیں شکاگو کے ہسپتال میں پہنچایا گیا تاہم وہ جانبر نہ ہو سکیں۔ پولیس نے والد کو اپنی حراست میں لے لیا ہے۔ والد سے تفتیش کی جا رہی ہے کہ کیا انہوں نے پستول قانونی طور پر حاصل کیا تھا۔ امریکہ میں اس نوعیت کے کیس معمول بن گئے ہیں۔ مقامی ادارے کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر سال ہزاروں بچوں کو گولیوں سے بھری ہوئی پستول تک آسانی سے رسائی مل جاتی ہے جو اکثر اوقات الماریوں، درازوں، بیگز اور پرسوں میں بغیر کوئی حفاظتی اقدامات لیے کھلے عام پڑی ہوتی ہیں۔

روس کا چین سے عسکری امداد کا مطالبہ

امریکی میڈیا میں شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق روس نے یوکرین میں جاری جنگ کے لیے چین سے عسکری اور معاشی امداد کی درخواست کی ہے، دوسری جانب امریکہ نے چین کو خبردار کیا ہے کہ روس پر عائد پابندیوں میں کسی قسم کی مدد کرنے پر سنگین نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ امریکی اخبار نیو یارک ٹائمز نے امریکی عہدیداروں کے حوالے سے کہا ہے کہ روس نے اپنے اتحادی ملک چین سے فوجی سامان اور حمایت کی درخواست کی ہے۔ مغربی ممالک کی جانب سے عائد پابندیوں کے خلاف روس نے چین سے معاشی مدد بھی مانگی ہے۔ تاہم عہدیداروں نے اس سے متعلق مزید تفصیلات دینے سے انکار کر دیا۔ جبکہ امریکہ میں چینی سفارت خانے کے ترجمان نے خبر رساں ادارے روئٹرز کو ان خبروں کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ میں نے کبھی ایسا کچھ نہیں سنا۔ ترجمان کا کہنا تھا کہ یوکرین میں صورتحال پریشان کن ہے اور چین کی فی الحال ترجیح یہی ہے کشیدگی کو بے قابو ہونے سے روکا جائے۔ چین سے مدد کی درخواست سے متعلق بیان ایسے وقت میں آیا ہے جب چند گھنٹے قبل ہی وائٹ ہاؤس نے اعلان کیا تھا کہ امریکی قومی سلامتی کے مشیر جیک سولیوان کی چینی کمیونسٹ پارٹی کے اعلیٰ عہدیدار ینگ جیچی سے ہوگی۔ امریکی قومی سلامتی کونسل کی ترجمان نے بیان میں کہا تھا کہ ملاقات میں دونوں اعلیٰ عہدیدار امریکہ اور چین کے درمیان جاری مسابقت سے نمٹنے اور یوکرین جنگ کے علاقائی اور عالمی سلامتی پر اثرات سے متعلق معاملات پر بات چیت کریں گے۔ خیال رہے کہ چین نے ابھی تک روس کے یوکرین پر حملے کے اقدام پر براہ راست مذمت نہیں کی اور نیٹو کی مشرق کی جانب پیش قدمی کو ہی روس اور یوکرین کے درمیان کشیدگی کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ امریکی قومی سلامتی کے مشیر نے اتوار کو دیے گئے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ امریکہ نے چین کو آگاہ کر دیا ہے کہ کسی بھی ملک کو یہ اجازت نہیں دیں گے کہ معاشی پابندیوں کے باعث روس کو پہنچنے والے نقصان کا مقابلہ کرنے کے لیے کسی قسم کی مدد کی جائے۔

شب برأت: رحمت و مغفرت کی مقدس رات

تحریر: مولانا ابوحذیفہ ریاض احمد

شعبان کی پندرہویں شب چونکہ بیشمار گنہگاروں کی مغفرت اور مجرموں کی بخشش ہوتی ہے، اس لیے اسے شبِ برأت کہتے ہیں۔ یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے۔ جو چودہ تاریخ کو غروب ہونے سے شروع ہوتی ہے اور ۱۵ تاریخ کی صبح صادق ہونے تک رہتی ہے۔ احادیث طیبہ میں اس کے بڑے فضائل ہیں۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات اپنی تمام مخلوق کی طرف ایک خاص توجہ فرماتا ہے اور مشرک اور کینہ پرور آدمی کے سوا سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔'' (ترغیب وترہیب)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل تشریف لائے اور کہا کہ آج نصف شعبان کی رات ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اتنے لوگوں کو جہنم سے نجات دے گا، جتنے قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے بال ہیں، مگر چند بدنصیب افراد کی طرف اس رات میں بھی نظر عنایت نہ ہوگی یعنی مشرک، کینہ پرور، قطع رحمی کرنے والا، پاجامے یا تہہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اور اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا اور شراب نوش۔ (بیہقی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے کھڑے ہوئے، نماز شروع کی اور سجدے میں پہنچے تو اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے یہ خطرہ ہوگیا کہ شاید خدانخواستہ آپ کی روح قبض ہوگئی۔ یہاں تک کہ میں پریشان ہوکر اٹھی اور پاس جاکر آپ کے انگوٹھے کو حرکت دی تو آپؐ نے کچھ حرکت فرمائی، جس سے مجھے اطمینان ہوگیا اور میں اپنی جگہ لوٹ آئی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو (تھوڑے سے کلام کے بعد) فرمایا، تم جانتی ہو کہ یہ کون سی رات ہے، میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، یہ نصف شعبان کی رات ہے۔ خداوند عالم اس رات میں خاص طور سے اہل عالم کی طرف توجہ فرماتا ہے اور مغفرت مانگنے والوں کی مغفرت اور رحم کی دعا کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے یہ باتیں معلوم ہوئیں۔ اس رات میں جاگ کر نوافل میں ذکر و تلاوت میں مشغول ہونا چاہیے۔ تمام رات حق تعالیٰ جل شانہٗ کی جانب سے رزق دینے، صحت اور عافیت دینے اور رحمت و بخشش فرمانے کا اعلان ہوتا ہے، اس لیے مغفرت، عافیت اور مقاصد دارین کے لیے گڑگڑا کر دعا مانگنی چاہیے۔

شعبان المعظم کی چودھویں رات گذار کر صبح کو یعنی پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنا چاہیے کیونکہ یہ رات بڑی اور رحمت والی ہے، اس لیے حضرات صحابہ کرام، تابعینؒ اور سلف صالحینؒ اس رات میں جاگتے، اعمال مذکورہ پر عمل فرماتے، اس رات کی قدر فرماتے اور پہلے سے اس کے لیے تیاریاں کرتے تھے ہمیں بھی اس کی قدر کرنی چاہیے۔

مگر افسوس کہ یہ رات جس قدر ہمارے لیے باعث رحمت و برکت ہے، اتنا ہی ہم نے اس رات خرافات اختیار کرکے اس کو اپنے لیے باعث زحمت ومحرومی بنالیا ہے۔ کبھی مسلمان وہ تھے کہ جو ہر شر میں سے کوئی خیر اور ہر برائی میں سے کوئی بھلائی اور نقصان ومضرت کی جگہ سے بھی نفع کمالاتے تھے اور آج ہماری شامت اعمال نے اس طرح کایا پلٹ دی ہے کہ ہر بھلائی کی جگہ سے برائی اور نفع کی جگہ سے بھی نقصان ہمارے حصے میں آتا ہے۔ شبِ برأت بھی ان خرافات سے محفوظ نہ رہ سکی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ چھوڑ کر قسم قسم کی لغو رسمیں ایجاد کرلی گئیں، جن کا فرائض کی طرح التزام کیا جاتا ہے، جن میں سے بعض یہ ہیں۔

ابھی ماہ شعبان شروع نہیں ہوا کہ ہر طرف آتش بازی، بم، پٹاخوں کی گونج ہوتی ہے۔ یہ رسم نہ صرف ایک گناہ بے لذت ہے، بلکہ اس کی دنیوی تباہیاں بھی ہمیشہ آنکھوں کے سامنے آتی ہیں۔ ایک تو اپنے مال کا ضائع کرنا اور بے جا اسراف ہے، جو دنیا میں بھی مذموم ہونے کے علاوہ ہر قسم کی بربادی ہے اور قرآن کریم میں ایسے شخص کو شیطان کا بھائی فرمایا گیا ہے۔ غرض شعبان کی پندرہویں شب مبارک شبِ برأت ہے۔ اس میں نماز پڑھنا اور ذکر وتلاوت میں مصروف رہنا چاہیے اور صبح روزہ رکھنا مزید ثواب کی بات ہے، البتہ خرافات سے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو محفوظ رکھنا چاہیے اس لیے کہ علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مبارک اوقات اور مبارک مقامات پر جس طرح نیکی کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اس مبارک رات کی خوب قدر کیجیے اور شیطان کے دھوکوں اور ہتھکنڈوں سے محفوظ رہ کر اپنی مغفرت دین و دنیا کی بھلائی کی دعا کرنی چاہیے۔ ارشاد نبویؐ ہے: شعبان میرا مہینہ ہے، رجب اللہ کا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ شعبان گناہوں کو مٹانے والا اور رمضان پاک کرنے والا ہے۔

شعبان کا مہینہ رمضان اور رجب کے درمیان ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں، اس میں بندوں کے اعمال پروردگار عالم کی بارگاہ میں اٹھائے جاتے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اٹھائے جائیں تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔ ❑❑

فضیلتِ شعبان

(۱) پندرہویں شب شعبان میں مردوں کے لیے گورستان میں جاکر دعا واستغفار کرنا مستحب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) اگر کچھ صدقہ خیرات یا کھانا وغیرہ بھی پکا کر بخش دیا جاوے کوئی مضائقہ نہیں۔

(۳) اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جاوے۔

(۴) پندرہویں تاریخ شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہے اور بہت فضیلت آئی ہے۔

(۵) ۲۹ر شعبان کو اگر چاند نظر نہ آوے تو ۳۰ر کو ۱۱ بجے تک شہادت کا انتظار کرنا چاہیے۔ اس خیال سے روزہ رکھنا کہ اگر رمضان ثابت ہوگیا تو یہ روزہ رمضان میں محسوب (شمار) ہوجائے گا ورنہ نفل ہوجائے گا یہ مکروہ ہے۔ اس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

(۶) شعبان کے چاند کو اہتمام سے دیکھنے اور اس کی تاریخوں کا رمضان المبارک کے لیے خاص طور سے یاد رکھنے کا حدیث شریف میں حکم آیا ہے۔

(۷) شب برأت کو خصوصیت کے ساتھ حلوہ پکانا اور اس کو حکم شرعی جاننا زیادۃ فی الدین (دین کے اندر زیادتی) ہے۔

(۸) اس حلوے کے متعلق بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک جب شہید ہوا تھا تو آپ نے حلوہ نوش فرمایا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ کی شہادت اسی دن ہوئی تھی۔ یہ ان کی فاتحہ ہے۔ یہ سب بے اصل ہے۔ یہ دونوں واقعے شوال کے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہونے کی اطلاع جب حضرت اویس قرنیؒ کو ہوئی تو انھوں نے اپنے تمام دانت توڑ لیے اس کے بعد حلوہ نوش فرمایا۔ اس واقعہ کا دنیائے تاریخ وسیر میں کہیں وجود نہیں، اور اگر ہو بھی تو یہ حضرت اویس قرنیؒ کا حال اور ایک خاص کیفیت اور محبت تھی جس کے نتیجہ میں خود اپنے دانت انھوں نے توڑ لیے جس کی یہ کیفیت ہو وہ اپنے دانت توڑ کر پتلا حلوہ، دلیہ وغیرہ کھائے، کسی کو کیا اعتراض ہوگا۔

یہ تو اس کی محبت کی کیفیت ہے لیکن صرف اس کے لیے تمام قوم مل کر جشن منائیں حلوہ کھائیں، شریعت میں اپنی طرف سے اہتمام والتزام کے ساتھ ایک عید کا اضافہ کریں، یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا۔

(۹) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شب برأت سے پہلے اگر کوئی مرجاوے اور شب برأت کو اس کی فاتحہ نہ دلائی جائے تو وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا، بالکل لغو ہے۔

(۱۰) بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں یہ بھی بے اصل ہے۔

(۱۱) آتش بازی مطلقاً بالخصوص اس رات میں بالکل معصیت ہے۔

(۱۲) آتش بازی کے لیے اپنے بچوں کو پیسے دینا ان کے لیے خریدنا یا کسی قسم کی اعانت اس کے متعلق کرنا بھی ناجائز ہے۔

(۱۴) تاریخ شعبان کو تہوار منانا اور بقرعید کی طرح بچوں کو کپڑے پہنانا اور عیدی دینا بے اصل ہے۔

(۱۵) مکتب کے معلّموں کو اس دن میں مثل عید کے تعطیل نہیں کرنا چاہیے۔

(۱۶) اس شب میں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا اور چراغوں کا زیادہ روشن کرنا بلا دلیل ہے۔

شبِ برأت سے متعلق چند مسائل

مفتی عزیز الرحمن فتح پوری

(۱) شبِ برأت مُردوں کی عید ہے، احادیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں، دعائے مغفرت مرنے والوں کا حق ہے پسماندگان کو شبِ برأت اور غیر شبِ برأت تمام دنوں میں اس سے غافل نہ رہنا چاہیے وہ دعائے مغفرت کے طالب بھی رہتے ہیں مگر خاص شبِ برأت کے دن کوئی ثبوت نہیں موجود ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبرستان تشریف لیجانے کی روایت تو موجود ہے مگر آپؐ تنہا تشریف لے گئے تھے کوئی انفراداً گیا تو مضائقہ نہیں لیکن میلہ اور اژدہام نہ ثابت ہے نہ صحیح، ضروری ہونے کی نہ کوئی دلیل ہے نہ امت میں اس کا کوئی قائل ہے۔

(۳) پکوان کا اس رات سے کوئی شرعی تعلق نہیں۔

نصف شعبان کے فضائل بے اصل نہیں

شبِ برأت یعنی نصف شعبان کے تعلق کتب حدیث میں بہت سی روایات ملتی ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اکثر روایات پر کلام کیا گیا ہے حتیٰ کہ بعض حضرات نے سبھی کو ضعیف یا موضوع قرار دیا ہے لیکن ان میں سے کچھ روایات ایسی ہیں جو کئی سندوں سے منقول ہیں اور انھیں ضعیف بھی کہا گیا ہے تو ضعف ایسا نہیں ہے کہ بالکل رد کردیا جائے۔ چنانچہ ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے ایک روایت نقل کی اللہ تعالیٰ نصف شعبان کو آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ علامہ ناصر الدین البانی اس کے مختلف طرق نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان تمام طرق کی وجہ سے بلا ریب صحیح ہے اگر ضعف شدید نہ ہو جیسا کہ اس روایت کو حال ہے تو صحت اس سے کم تعداد کے ذریعہ بھی حاصل ہوجاتی ہے۔ (سلسلہ الاحادیث الصحیحۃ)

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری تحریر فرماتے ہیں کہ نصف شعبان کی رات کی فضیلت بھی متعدد روایات میں وارد ہوئی ہیں جن سے مجموعی طور پر یہ دلالت ہوتی ہے کہ اسکی اصل موجود ہے پھر مختلف روایات کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان روایات کا مجموعہ ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ اس رات کی فضیلت کا کوئی ثبوت نہیں، علامہ فرنگی محلی کا بھی اس موضوع پر ایک مفصل رسالہ موجود ہے مگر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ نصف شعبان کے فضائل بے اصل نہیں ہیں مندرجہ بالا دو حوالے کافی ہیں۔

پندرھویں شعبان کے چھ نوافل؟

نماز بڑی اہم عبادت ہے، فرائض واجبات اور سنت کے علاوہ بکثرت نوافل پڑھنے کی ترغیب بھی احادیث میں جگہ جگہ موجود ہے لہٰذا اوقات مکروہہ کے علاوہ جب بھی انسان نفل نمازیں پڑھے ان کا پڑھنا جائز بلکہ باعث اجر وثواب بھی ہے حدیث میں نماز حاجت کا بھی تذکرہ موجود ہے اور بہ نیت حاجت دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد دعائے حاجت کے الفاظ بھی منقول ہیں لہٰذا کسی حاجت کے لیے انسان جب چاہے نفل نماز پڑھ کر اپنی حاجت کے لیے دعا کرے کوئی مضائقہ نہیں لیکن قرآن وحدیث میں خاص نصف شعبان کی رات میں اس طرح کے نوافل کا کوئی ذکر نہیں ملتا نہ ہی کہیں اسے شعبان یا نصف شعبان کے معمولات میں شامل کیا گیا ہے۔ اس لیے اگر اسے سنت یا حدیث وقرآن سے ثابت سمجھ کر پڑھا جائے تو یہ حدیث کی طرف غلط انتساب ہوگا اور عوام جو عام طور سے ان نمازوں کو شرعی لحاظ سے شبِ برأت کے معمولات کا حصہ سمجھتے ہیں یہ بھی صحیح نہیں۔

جہاں عوامی طور سے اس طرح کا غلط تاثر عام ہوجائے وہاں ایسے غیر ثابت معمولات کے ترک کا حکم ہوگا باقی نماز حاجت اور نوافل جب چاہیں پڑھیں مضائقہ نہیں۔ ❑❑

بچوں کا گوشہ
حمد باری تعالیٰ

ڈاکٹر شفیق اعظمی

کتنا بڑا ہے یا خدا، کتنا ہے تو عظیم
کتنا تو رحمٰن ہے، کتنا ہے تو رحیم
چاند ستارے سب کے سب تیرے ہی ہیں ادھین
تیرا ہے یہ آسماں، تیری ہی یہ زمین
دریا، پیڑ، پہاڑ ہو، سب میں تیرا وجود
پتھر ہو یا پھول ہو، سب میں تو موجود
شام میں تو آئے نظر، صبح میں تیرا ظہور
جہاں کہیں بھی دیکھئے، تیرا ہی ہے نور
سب کو تراتا ہے تو ہی، مجھ کو بھی تو اُبھار
بیچ بھنور میں ہے مری، نیا لگاؤ پار
کرتا ہے مالک تو ہی، سب کے دُکھ کو دُور
میری بھی سن لے صدا، میں بھی ہوں مجبور
حافظ اس کا ہے خدا، جاتے ہو کیوں بھول
جو بھی اس کی یاد میں، رہتا ہے مشغول

گوشۂ خواتین
اولاد کی تربیت: ایک اہم ذمہ داری (۱)

عموماً ہم اولاد اس لئے چاہتے ہیں کہ اولاد سے ہمیں خوشی اور زندگی میں طاقت ملتی ہے جبکہ بے اولاد شخص زندگی میں تنہائی محسوس کرتا ہے۔ اولاد بڑھاپے کی لاٹھی سمجھی جاتی ہے جبکہ بے اولاد بڑھاپے کی اس امید سے محروم ہوتا ہے۔ اولاد ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے اور بے اولاد کی زندگی اس رنگ ونور سے خالی ہوتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اولاد ہمارے مرنے کے بعد ہمارے وجود کی نشانی بھی ہوتی ہے۔ غرضیکہ اولاد اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہونے کے ساتھ ساتھ دنیاوی زندگی کی زیب وزینت بھی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔ (سورۃ الکہف ۴۶) انبیاء کرام نے اللہ تعالیٰ سے اولاد عطا کرنے کی دعا بھی کی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: میرے پروردگار! مجھے ایک ایسا بیٹا دیدے جو نیک لوگوں میں سے ہو۔ چنانچہ ہم نے انہیں ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری دی۔ (سورۃ الصافات ۱۰۰ و ۱۰۱) حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی: اور مجھے اپنے بعد اپنے چچازاد بھائیوں کا اندیشہ لگا ہوا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ لہٰذا آپ اپنے پاس سے ایک ایسا وارث عطا کردیجئے جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب کی اولاد سے بھی میراث پائے۔ اے پروردگار! اسے ایسا بنایئے جو (خود آپ کا) پسندیدہ ہو۔ (آواز آئی کہ:) اے زکریا! ہم تمہیں ایک ایسے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ (سورۃ مریم ۵ و ۶ و ۷) اولاد سے متعلق نیک بندوں کی دعا بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں ذکر فرمائی ہے: ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بیوی بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ (سورۃ الفرقان ۷۴)

صفحہ تحفظ ختم نبوت

دجال یا مسیح دجال کی آمد

تحریر: مولانا سلیم احمد قاسمی

دجال یا مسیح دجال مسلمانوں کے نزدیک اس شخص کا لقب ہے جو قیامت کی بڑی علامتوں میں سے ایک اور قرب قیامت یعنی آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا، امام رازی لکھتے ہیں:

واما المسیح الدجال فانما اسمه مسیحا لاحد وجهین اولهما: لانه ممسوح العین الیمنی، وثانیهما: لانه یمسح الارض ای یقطعها فی زمن قصیر لهذا قیل له: دجال لضربه فی الارض وقطعه اکثر نواحیها، وقیل سمی دجالا من قوله: دجل الرجل اذا موّه ولبس"

تعارف: دجال قوم یہود سے ہوگا، ہر نبی نے اس کے فتنہ سے اپنی اپنی امتوں (قوموں) کو ڈرایا ہے مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فتنہ کو انتہائی کی وضاحت سے بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ بہت سی نشانیاں اوراس سے بچاؤ کے طریقے اپنی امت کو سمجھا دیئے ہیں، احادیث نبویہ میں دجال کا کوئی اصلی نام نہیں آیا، اسلامی

> **دنیا میں موجود تین بڑے آسمانی مذاہب کے ماننے والے جو دنیا کی غالب اکثریت بھی ہیں، ایک ہستی کا انتظار کر رہے ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگی اور انسانیت کے لئے نجات دہندہ اور مسیحا ثابت ہوگی۔ ہر آسانی دین میں اس مسیح موعود کا وعدہ کیا گیا ہے۔**

اصطلاح میں اس کا لقب دجال ہے اور یہ لفظ اس کی پہچان اور علامت بن گیا ہے، اس کا فتنہ بہت سخت ہوگا چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم کی تخلیق سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔

دجال لفظ کا مادہ

دجال لفظ کا اصل مادہ ہے، دجال کا لفظ اس مادے سے فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، دجال کا معنی ہے ڈھانپ لینا، لپیٹ لینا، دجال اس لیے کہا گیا کیونکہ اس نے حق کو باطل سے ڈھانپ دیا ہے یا اس لیے کہ اس نے اپنے جھوٹ، ملمع سازی اور فریب کاری کے ذریعہ اپنے کفر کو لوگوں سے چھپالیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اپنی فوجوں سے زمین کو ڈھانپ لے گا اس لیے اسے دجال کہا گیا ہے، اس لقب میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ (دجال اکبر بہت بڑے فتنوں والا ہے) وہ ان فتنوں کے ذریعہ اپنے کفر کو ملمع سازی کے ساتھ پیش کرے گا اور اللہ کے بندوں کو شکوک وشبہات میں ڈال دے گا نیز یہ کہ اس کا فتنہ عالمی فتنہ ہوگا۔

دجال عربی زبان میں جعل سازی، ملمع ساز اور فریب کار کو بھی کہتے ہیں۔ دجال کسی نقلی چیز پر سونے کا پانی چڑھانے کو کہتے ہیں، دجال کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جھوٹ اور فریب اس کی شخصیت کا نمایاں ترین وصف ہوگا، اس کے ہر عمل پر دھوکا دہی اور غلط بیانی کا سایہ ہوگا، کوئی چیز کوئی عمل، کوئی قول، اس شیطانی عادت کے اثرات سے خالی نہ ہوگا۔

تین عالمی مذاہب

دنیا میں موجود تین بڑے آسمانی مذاہب (اسلام، یہودیت، مسیحیت) کے ماننے والے جو دنیا کی غالب اکثریت بھی ہیں، ایک ہستی کا انتظار کر رہے ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگی اور انسانیت کے لئے نجات دہندہ اور مسیحا ثابت ہوگی۔ ہر آسانی دین میں اس مسیح موعود کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ناموں کی ان وجوہات میں کوئی تضاد نہیں، اس قسم کے تمام فضائل ہی ان میں جمع تھے لہٰذا یہ تمام وجوہات اپنی جگہ درست ہیں اور دجال کا خروج حتمی ہے۔

حدیث شریف

عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله ل من كذب بالدجال فقد كفر ومن كذب بالمهدی فقد كفر.

ترجمہ: جس نے دجال کے وجود اور خروج کو جھٹلایا وہ کافر ہے اور جس نے مہدی (علیہ السلام) کو جلایا وہ کافر ہے۔

مسیح الدجال ترمیم

دجال کو احادیث میں مسیح الدجال بھی کہا گیا ہے، دجال اکبر کا نام یہ کیوں رکھا گیا؟ بہت سے اقوال میں سے سب سے زیادہ واضح قول یہ کہ دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ کہ اس کی ایک آنکھ اور ابرو نہیں ہے۔ بے شک دجال بالکل بند آنکھ والا ہوگا اس پر ایک موٹی پھلی ہوگی۔

دجال کے جھوٹے ہونے کی علامت ترمیم

وہ آنکھوں سے نظر آرہا ہوگا (حالانکہ تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے) وہ کانا ہوگا حالانکہ تمہارا رب کانا نہیں ہوگا۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ’کافر‘ جو ہر مومن پڑھ لے گا، خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

دجال کا شخصی خاکہ

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں کہ اس دوران انہیں دجال دکھایا گیا، آپ نے فرمایا: وہ بھاری بھرکم جسم، سرخ رنگت، گھنگھریالے بال اور ایک آنکھ سے نابینا ہے، اس کی آنکھ لٹکے ہوئے انگور کے دانے جیسی ہے۔

ظہور دجال: وہ شام اور عراق کے درمیان ایک راستہ پر نمودار ہوگا، تاہم احادیث کی روشنی میں کسی خاص جگہ کو دجال کے ظہور کے مختص نہیں کیا گیا، جیسے ماہ رمضان کی شب قدر کی رات کا خاص تعین نہیں کیا گیا۔

دجال کا برپا کردہ فساد

دجال اپنے ظہور کے بعد ہر طرف فتنہ وفساد برپا کرے گا، اس کے برپا کردہ فساد کی شدت کا اندازہ حدیث کی روشنی میں واضح ہوتا ہے۔ پس مسلمان شام کے جبل دخان کی طرف بھاگ جائیں گے اور دجال وہاں آکر ان کا محاصرہ کرلے گا، یہ محاصرہ بہت سخت ہوگا اور ان کو بہت سخت مشقت میں ڈال دے گا۔ پھر فجر کے وقت عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے، وہ مسلمانوں سے کہیں گے: اس خبیث کذاب کی طرف نکلنے سے تمہارے لیے کیا چیز مانع ہے؟ مسلمان کہیں گے کہ یہ شخص جن ہے لہٰذا اس کا مقابلہ مشکل ہے۔

شارحین حدیث کا فرمان ہے کہ دجال کی شعبدہ بازی اور مسمریزم وغیرہ کو دیکھ کر شاید بعض مسلمانوں کو اس کے جن ہونے کا گمان ہو یا ممکن ہے مسلمان یہ بات بطور تشبیہ کے کہیں کہ اس کی حرکتیں اور ایذا رسانیاں جنات کی طرح ہیں۔

دجال کی دعوت ترمیم

دجال اپنے آپ کو سب سے پہلے ہی کہے گا، پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا، اپنے پیدا کردہ زبردست شکوک وشبہات میں انسانیت کو پھلانگتا چلا جائے گا اور اپنے آپ کو دجال نہیں بلکہ خدا کہے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دجال کی خبر سن لے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم! آدمی اپنے آپ کو مومن سمجھ کر اس کے پاس آئے گا اور پھر اس کے پیدا کردہ شبہات میں اس کی پیروی کرے گا۔ دجال اکیلا نہیں ہوگا بلکہ اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی ہوں گے یعنی یہ ایک عالم گیر فتنہ ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: دجال کے پیروکاروں کی اکثریت یہودی اور عورتیں ہوں گی، دجال کے ساتھ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو ایرانی چادریں اوڑھے ہوں گے۔ یہود کے ہاں اس مسیح کو آل داؤد میں سے مانا جاتا ہے۔ حقیقتاً یہودی جس مسیح کا انتظار کر رہے ہیں وہ وہی دجال ہوگا۔

دجال کی طاقت

اللہ رب العزت نے دجال کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تاہم وہ اس کا استعمال برائی اور شر پھیلانے میں کرے گا۔ دجال کی طاقتوں کا اندازہ ذیل میں موجود احادیث سے ملتا ہے:

اس کے پاس آگ اور پانی ہوگا۔ جو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا پانی ہوگی اور جو پانی نظر آئے گا وہ آگ ہوگی۔ اس دجال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کا دریا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اس کے پاس پانی اور غذا وافر مقدار میں ہوں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان باتوں کے لئے وہ نہایت حقیر ہے لیکن اللہ اسے اس کی اجازت دے گا تاکہ لوگوں کو آزمایا جاسکے کہ وہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں یا دجال پر۔ اور پھر دجال اپنے ساتھ ایک دریا اور آگ لے کر آئے گا، جو اس کی آگ میں پڑے گا، اس کو یقیناً اس کا صلہ ملے گا اور اس کا بوجھ کم کردیا جائے گا، لیکن جو اس کے دریا میں اترے گا، اس کا بوجھ برقرار رہے گا اور اس کا صلہ اس سے چھین لیا جائے گا۔

ہم نے پوچھا: ”یارسول اللہ! وہ اس زمین پر کتنی تیزی سے چلے گا؟ آپ نے فرمایا: جس طرح ہوا بادلوں کو اڑا لے جاتی ہے۔ وہ (دجال) ایک گدھے پر سوار ہوگا، اس گدھے کے کانوں کے درمیان چالیس ہاتھوں کا فاصلہ ہوگا۔ اللہ تعالی اس کے ساتھ شیاطین کو بھیجے گا جو لوگوں کے ساتھ باتیں کریں گے۔ وہ ایک بدو سے کہے گا، اگر میں تمہارے باپ اور ماں کو تمہارے لیے دوبارہ زندہ کردوں تو تم کیا کروگے؟ کیا تم شہادت دوگے کہ میں تمہارا خدا ہوں، بدو کہے گا: ہاں! چنانچہ دو شیاطین اس بدو کے ماں اور باپ کے روپ میں اس کے سامنے آجائیں گے اور کہیں گے: ہمارے بیٹے اس کا حکم مانو یہ تمہارا خدا ہے۔ دجال آئے گا لیکن اس کے لئے مدینہ میں داخل ہونا ممنوع ہوگا، وہ مدینہ کے مضافات میں کسی بنجر (سیم زدہ) علاقے میں خیمہ زن ہوگا، اس دن بہترین آدمی یا بہترین لوگوں میں سے اس کے پاس آئے گا اور کہے گا: میں تصدیق کرتا ہوں تم وہی دجال ہو جس کا حلیہ ہمیں اللہ کے نبی نے بتایا تھا۔ دجال لوگوں سے کہے گا: اگر میں اسے قتل کردوں اور پھر زندہ کردوں تو کیا تمہیں میرے دعویٰ میں کوئی شبہ رہے گا؟ وہ کہیں گے نہیں! پھر دجال اسے قتل کردے گا اور پھر اسے دوبارہ زندہ کردے گا، وہ آدمی کہے گا اب میں تمہاری حقیقت کو پہلے سے زیادہ بہتر جان گیا ہوں۔ دجال کہے گا: میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں لیکن ایسا نہیں ہوسکتا۔

درج بالا احادیث کی روشنی میں اس کا قبضہ

> **نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: دجال کے پیروکاروں کی اکثریت یہودی اور عورتیں ہوں گی، دجال کے ساتھ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو ایرانی چادریں اوڑھے ہوں گے۔ یہود کے ہاں اس مسیح کو آل داؤد میں سے مانا جاتا ہے۔**

تمام زندگی بخش وسائل مثلاً پانی، آگ اور غذا پر ہوگا۔ اس کے پاس بے تحاشہ دولت اور زمین کے خزانے ہوں گے، اس کی دسترس تمام قدرتی وسائل ہوں گے مثلاً بارش فصلیں، قحط اور خشک سالی وغیرہ۔ وہ زمین پر اس طرح چلے گا جیسے ہوا بادلوں کو اڑا لے جاتی ہے اس کی گدھے (سواری) کے کانوں کے درمیان ۴۰ ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ وہ ایک نقلی جنت اور دوزخ اپنے ساتھ لائے گا۔ اس کی اعانت ومدد شیاطین کریں گے۔ وہ مردہ لوگوں کی شکل میں بھی ظاہر ہوں گے اور لوگوں سے گفتگو کریں گے۔ وہ زندگی اور موت پر ظاہری طور پر قدرت رکھے گا۔

زندگی اور موت پر اس کا اختیار محدود ہوگا کیونکہ وہ مومن کو دوبارہ نہیں مار سکے گا۔ (جاری)

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت -/150
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

راستے بند ہیں سب کوچۂ قاتل کے سوا

پہلے نماز پر پابندی، تین طلاق ختم، لو جہاد، لنچنگ، حجاب کی مخالفت جیسی تمام باتیں تو جاری ہی تھیں اب مسلم مخالفت میں اور کیا ہوگا! سنگھ کی کچھ باتیں اب بھی ایسی بچی ہیں جو پوری نہیں ہوئی ہیں

حالیہ اسمبلی چناؤ کے بارے میں تمام اندازے غلط ثابت ہوئے۔ خصوصاً اتر پردیش میں چناوی نتائج بالکل ہی الگ ثابت ہوئے۔ وہ تو کہیے کہ یوپی کے مسلم ووٹروں نے ناک رکھ لی، ورنہ منہ دکھانے لائق نہ رہتا۔ اتر پردیش کے مسلم ووٹر کے بارے میں دو باتیں کہی گئی تھیں اور وہ دونوں اندازے بالکل درست ثابت ہوئے۔ اولاً، یہ اندازہ تھا کہ حالیہ یوپی چناؤ میں مسلم ووٹر بی جے پی کو ہرانے کی حکمت عملی کے تحت سماجوادی پارٹی کے حق میں ووٹ کرے گا۔ تقریباً ۹۵ فیصد یوپی کے مسلم ووٹروں کے تعلق سے کہا جا رہا تھا وہ یہ تھی کہ مسلم ووٹر اب جذبات کی رو میں نہیں بلکہ سیاسی سوجھ بوجھ سے کام لے گا۔ اس کو یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ اویسی صاحب کی پارٹی کو ووٹ ڈالنے سے اس کو فائدہ کچھ نہیں بلکہ نقصان زیادہ ہے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ یوپی میں آل انڈیا مجلس اتحادالمسلمین پارٹی کا ایک بھی نمائندہ کامیاب نہیں ہوا۔ گڈو جمالی کے علاوہ اویسی صاحب کی پارٹی کے تمام نمائندوں کی ضمانت ضبط ہوگئی۔ بنگال اور اتر پردیش میں مجلس اتحادالمسلمین پارٹی کی زبردست شکست کے بعد تقریباً اب یہ طے ہے کہ حیدرآباد کے باہر مسلمان اس پارٹی کو بی جے پی کی 'بی ٹیم' تصور کرنے لگا ہے۔ حقیقت جو بھی ہو، بہار میں مجلس اتحادالمسلمین کی سیاست سے بی جے پی کو جو فائدہ ہوا اس کے بعد یہ لگتا ہے کہ حیدرآباد کے باہر مجلس اتحادالمسلمین کا مستقبل اچھا نہیں ہے۔

لیکن سوال محض مسلم ووٹر کا نہیں ہے۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ حالیہ پانچ ریاستوں یعنی اتر پردیش، اتراکھنڈ، پنجاب، گوا اور منی پور میں ہوا کیا! چار ریاستوں یعنی اتر پردیش، اتراکھنڈ، گوا اور منی پور میں بی جے پی اور پنجاب میں عام آدمی پارٹی کامیاب ہوئی۔ سب میں چونکانے والے نتائج اتر پردیش کے تھے جہاں بی جے پی کو زبردست اکثریت حاصل ہوئی۔ حیرت اس بات پر ہے کہ ملک میں معاشی بدحالی اپنے عروج پر ہے۔ نوجوانوں کو روزگار میسر نہیں۔ صوبہ میں کسان سال بھر تک حکومت کے خلاف دھرنے پر تھے۔ صوبہ کے وزیر اعلیٰ یوگی جی نے پولیس راج لگا رکھا تھا۔ نارمل حالات میں یہ تمام وہ پیمانے تھے جن کے اعتبار سے یوگی حکومت کو چناؤ ہار جانا چاہیے تھا۔ اور اسی بنا پر یہ کہا اور لکھا جا رہا تھا کہ یوگی جی چناؤ ہار رہے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ظاہر ہے کہ چناؤ ان سیاسی پیمانوں کے طرز پر نہیں ہوا جن پر کہ عموماً چناؤ ہوتا ہے، اور ہونا چاہیے۔ بات صاف ہے کہ اتر پردیش سمیت تقریباً سارے ملک کی سیاست میں کوئی بنیادی تبدیلی پیدا ہو چکی ہے۔ ہمارے جیسے سیاسی تجزیہ کار اپنے سیاسی تجزیہ میں اس بنیادی فیکٹر کا خیال نہیں رکھ رہے تھے۔ یہی سبب ہے کہ ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ سیاسی فیکٹر کیا ہے کہ جس نے اس ملک کی پچھلی ۷۰ سال کی سیاست میں بنیادی تبدیلی پیدا کر دی ہے! وہ کوئی دور کی کوڑی نہیں کہ ہم کو سمجھ میں نہ آئے۔ بھلے ہی ہمارا دل و دماغ اب بھی اس کو تسلیم کرنے کو تیار نہ ہو۔ بات یہ ہے کہ ہم یعنی ہندوستان ایک سیکولر ریپبلک نہیں بلکہ سیاسی، سماجی اور نفسیاتی طور پر ایک ہندو راشٹر ہو چکا ہے۔ اس ملک کا سیاسی و معاشی نظام بشمول تمام ادارے، ملک کا مڈل کلاس اور ملک کا اکثریتی غریب بھی نہ صرف بطور ہندو سوچ رہا ہے بلکہ وہ اپنے کو ہندو راشٹر کا باشندہ سمجھتا ہے۔ اس کی پہلی فکر یہی ہے کہ ہندوستان کو نریندر مودی کی قیادت میں کیسے ہندو راشٹر برقرار رکھا جائے۔ اس جستجو میں اس کو ان باتوں کی فکر کم ہے کہ اس کی معاشی حالت اچھی ہے یا خراب، اس کے پاس روزگار ہے کہ نہیں، ملک اور وہ خود ترقی کر رہا ہے کہ نہیں، حکومت ملک کا سارا اثاثہ بیچ کر ملک کو کنگالی کی کگار پر کیوں پہنچا رہی ہے۔ نارمل سیاسی حالات میں جو بھی سیاسی پیمانے ہونے چاہئیں، اکثریتی ووٹر کو اس کی پروا نہیں۔ وہ تو بس ایک جنونی کیفیت میں ہندو مفاد اور ہندو راشٹر کے حق میں ووٹ ڈال رہا ہے۔ خواہ اس کی اپنی ذاتی معاشی پریشانیاں کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہوں۔ یہ ایک نشہ ہے جو اس وقت ہندوستان پر طاری ہے اور اس کا خمار کب تک برقرار رہے کہنا مشکل ہے۔

الغرض اس ہندوتوا نشہ کا دوسرا سب سے اہم فیکٹر یہ ہے کہ بطور ہندو اس ملک کی اکثریت مسلمان کو اپنا دشمن تصور کر رہی ہے۔ یہ بات اس ملک کی اقلیت خصوصاً مسلمان کے لیے بہت خطرناک ہے۔ کیونکہ مودی کی قیادت میں بی جے پی کو یہ معلوم ہے کہ وہ جتنا زیادہ مسلم مخالف سیاست کرے گی اتنا ہی ہندوتوا نشہ تیز ہوگا اور اس کو اتنی ہی چناوی کامیابی حاصل ہوگی۔ اس کے سیاسی معنی یہ ہیں کہ اب ۲۰۲۴ء تک کے پارلیمانی چناؤ تک اس ملک میں مسلم مخالف سیاست کا سیلاب آنے والا ہے۔ مسلم مخالفت کی یونہی کیا کمی تھی کہ اور سیلاب آئے! پہلے ہی نماز پر پابند، تین طلاق ختم، لو جہاد میں لنچنگ، حجاب کی مخالفت جیسی تمام باتیں تو جاری ہی تھیں۔ اب مسلم مخالفت میں اور کیا ہوگا! سنگھ کی کچھ باتیں اب بھی ایسی بچی ہیں جو پوری نہیں ہوئی ہیں۔ نریندر مودی سنگھ کی (باقی صـ۱۴ پر)

اتر پردیش اسمبلی میں مسلمانوں کی خاطر خواہ نمائندگی ہوئی ہے

اس برے دور میں جبکہ سیاسی جماعتیں مسلمانوں کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتیں، سماجوادی پارٹی نے اتر پردیش اسمبلی کے لیے ۶۳ر امیدواروں کو ٹکٹ دیا تھا جن میں سے ایک بڑی تعداد اس مرتبہ کامیاب ہو کر اسمبلی تک پہنچی ہے۔ ریاست میں مسلمانوں کی آبادی کے تناسب سے دیکھا جائے تو ۴۰۳ رکنی اسمبلی میں ۸۰ نمائندے ہونے چاہئیں لیکن چونکہ بی جے پی نے مسلم امیدوار اور مسلم رائے دہندگان سے ایک طرح کا فاصلہ بنا رکھا ہے اس لیے اس سے کسی طرح کی امید بھی نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح اس بار الیکشن میں بی ایس پی اور کانگریس کسی طرح مقابلے میں تھیں ہی نہیں اس لیے سارا کچھ دارومدار سماجوادی پارٹی اور اس کے اتحادیوں پر تھا۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو مسلم نمائندگی خاطر خواہ رہی ہے۔ حتمی نتائج کی بات کریں تو اس مرتبہ ۳۴ مسلم امیدوار منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچے ہیں۔ ان میں سے ۳۰ کا تعلق سماجوادی پارٹی سے ہے جبکہ دو کا تعلق آر ایل ڈی اور ایک کا تعلق ایس بی ایس پی (سہیل دیو بھارتیہ سماج پارٹی) سے ہے۔ خیال رہے کہ مختار انصاری کے بیٹے عباس انصاری نے سہیل دیو بھارتیہ سماج کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا تھا اور کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ ۳۲ مسلم امیدواروں نے دوسری پوزیشن حاصل کی ہے۔ ان میں سے ۲۶ کا تعلق سماجوادی پارٹی سے ہے جبکہ تین امیدوار آر ایل ڈی کے تھا، دو بی ایس پی کے اور ایک کا تعلق آزاد سے تھا تو ایک کا تعلق بی جے پی کی اتحادی جماعت اپنا دل سے تھا۔ خیال رہے کہ عبداللہ اعظم کے مقابلے اپنا دل نے ایک مسلم امیدوار میدان میں اتارا تھا اور این ڈی اے سے یہی ایک مسلم امیدوار تھا۔

کامیاب ہونے والے مسلم امیدوار

	اسمبلی حلقہ	امیدوار	پارٹی
۱.	امروہہ	محبوب علی	سماجوادی پارٹی
۲.	بہیری	عطاء الرحمٰن	سماجوادی پارٹی
۳.	بیہٹ	عمر علی خان	سماجوادی پارٹی
۴.	بھدوہی	زاہد	سماجوادی پارٹی
۵.	بھوگنی پور	شاذ الاسلام انصاری	سماجوادی پارٹی
۶.	بلاری	محمد فہیم عرفان	سماجوادی پارٹی
۸.	چمروا	نصیر احمد خان	سماجوادی پارٹی
۹.	گوپال پور	نفیس احمد	سماجوادی پارٹی
۱۰.	اسکولی	محمد طاہر خان	سماجوادی پارٹی
۱۱.	کیرانہ	ناہید حسن	سماجوادی پارٹی
۱۲.	کانپور کینٹ	محمد حسن	سماجوادی پارٹی
۱۳.	کانٹھ	کمال اختر	سماجوادی پارٹی
۱۴.	کٹھورے	شاہد منظور	سماجوادی پارٹی
۱۵.	کندرکی	ضیاء الرحمٰن	سماجوادی پارٹی
۱۶.	لکھنؤ مغرب	ارمان خان	سماجوادی پارٹی
۱۷.	مٹیرا	ماریہ	سماجوادی پارٹی
۱۸.	مئوصدر	عباس انصاری	ایس بی ایس پی
۱۹.	میرٹھ	رفیق انصاری	سماجوادی پارٹی
۲۰.	محمد آباد	صہیب انصاری	سماجوادی پارٹی
۲۱.	مراد آباد دیہی	محمد ناصر	سماجوادی پارٹی
۲۲.	نجیب آباد	تسلیم احمد	سماجوادی پارٹی
۲۳.	نظام آباد	عالم بدیع	سماجوادی پارٹی
۲۴.	پٹیالی	نادرہ سلطان	سماجوادی پارٹی
۲۵.	رام نگر	فرید محفوظ قدوائی	سماجوادی پارٹی
۲۶.	رام پور	محمد اعظم خان	سماجوادی پارٹی
۲۷.	سنبھل	اقبال محمود	سماجوادی پارٹی
۲۸.	سکندر پور	ضیاء الدین رضوی	سماجوادی پارٹی
۲۹.	شیشہ مئو	حاجی عرفان سولنکی	سماجوادی پارٹی
۳۰.	سیوال خاص	غلام محمد	آر ایل ڈی
۳۱.	سوار	عبداللہ اعظم	سماجوادی پارٹی
۳۲.	ٹھاکردوار	نواب جان	سماجوادی پارٹی
۳۳.	تھانہ بھون	اشرف علی خان	آر ایل ڈی

تجزیہ — جاوید اختر بھارتی

ملک میں ماحول سازگار رکھنا سب کی ذمہ داری

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے اور جمہوری ملک میں آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے اظہار رائے کی آزادی ہوتی ہے اور ساتھ ہی مذہبی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ تقریر و تحریر کی بھی آزادی اور اجازت ہوتی ہے اور یہ آزادی آئین کے تحت حاصل ہوتی ہے اور اسی بنیاد پر حکومت کے فیصلوں پر ملک کی عوام اپنا ردعمل ظاہر کرتی ہے یعنی حکومت کے فیصلوں پر عملدرآمد بھی کیا جائے گا بشرطیکہ وہ فیصلہ ملک اور قوم کے مفاد میں ہو اگر ملک کی عوام کو یہ احساس ہو رہا ہے کہ حکومت نے جو فیصلہ لیا ہے اس سے ہمارا نقصان ہے تو اس فیصلے کے خلاف آواز بلند کی جاسکتی ہے، احتجاج کیا جاسکتا ہے، تنقید کی جاسکتی ہے یہاں تک کہ دھرنا و مظاہرہ کے ساتھ احتجاجی جلسہ بھی کیا جاسکتا ہے اور یہی جمہوریت ہے اور ہر وہ احتجاج جس کے کرنے سے آئین کی خلاف ورزی نہیں ہوتی ہے تو اس احتجاج کو طاقت کے استعمال کے ذریعے دبانا جمہوریت کے خلاف ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ جمہوریت میں حکمراں عوام کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے چاہے کوئی ممبر اسمبلی ہو، ممبر پارلیمنٹ ہو، وزیر ہو یا کیوں نہ وزیر اعظم ہی ہو اس سے سوال و جواب کرنے کا حق عوام کو حاصل ہے ہمارا ملک صوفی سنتوں کی آماجگاہ ہے، کل مذاہب و کل برادری کا سنگم ہے اور اس سنگم کو خوبصورت بنانے میں سب سے زیادہ ضروری ہے کہ ملک میں امن و امان قائم رہے، بھائی چارگی کا ماحول قائم رہے اور ملک میں امن و امان قائم رکھنے کی ذمہ داری حکومت کی بھی ہے اور عوام کی بھی ہے یعنی حکومت کوئی ایسا فیصلہ نہ لے کہ جس کی وجہ سے ملک کی عوام صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے سڑک پر اترنے کے لئے مجبور ہو اور عوام کی ذمہ داری ہے کہ کسی کے مذہبی رہنما کی توہین نہ کرے، کسی کی مذہبی کتاب کی توہین نہ کرے، برادری کے نام پر لڑائی جھگڑا نہ کرے، مذہبی منافرت پر مبنی تقاریر و بیان بازی سے پرہیز کرے دھرم سنسد کے نام پر مسلمانوں کے خلاف جو زہر افشانی کی گئی وہ جمہوریت کے خلاف ہے، شہریت ترمیمی قوانین کے مسلے پر ملک کی عوام نے احتجاج و مظاہرہ کیا تو ان کے ساتھ جو ظلم و ناانصافی اور بربریت کی گئی وہ بھی جمہوریت کے خلاف ہے یقیناً 26 جنوری کا دن تاریخ ساز دن ہے اس دن جمہوریت کا جشن منانا چاہیے کیونکہ اسی تاریخ میں وطن عزیز کے آئین کا نفاذ عمل میں آیا تو ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جمہوریت کا جشن منانا جتنا ضروری ہے اتنا ہی جمہوریت کے فروغ و تحفظ کا عہد کرنا اور عہد لینا بھی ضروری ہے یوم جمہوریہ یعنی ۲۶ر جنوری دستور سازی کا دن ہے آئین ہند کے مرتب و مکمل ہونے کے اعلان کا دن ہے اور آئین ہند کے نفاذ کا دن ہے۔

اس لئے یہ پیغام عام کرنا ضروری ہے کہ جمہوریت کو بچانا سب کی ذمہ داری ہے اور یہ بھی صد فیصد حقیقت ہے کہ ملک کی آزادی اور جمہوریت کے فروغ میں علمائے کرام اور مدارس اسلامیہ کا بہت ہی اہم کردار ہے ملک کو آزاد کرانے کے لئے علمائے کرام نے اپنا سر تن سے جدا کرایا تن کے گورے من کے کالے انگریزوں کے خلاف سروں پر کفن باندھ کر جوق در جوق علماء و طلبائے مدارس اسلامیہ سے ہی میدان میں نکلا کرتے تھے اور انگریزوں بھارت چھوڑو کا نعرہ لگایا کرتے تھے اور آج بھی اس وطن کی مٹی میں ہمارے بزرگوں کی ہڈیاں دفن ہیں آج مٹھی بھر فرقہ پرست مسلمانوں سے حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ مانگتے ہیں مدارس اسلامیہ پر انگشت نمائی کرتے ہیں ارے آج بھی ہمارے مدارس میں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ وطن سے محبت کرنا ایمان کا ایک حصہ ہے اسی لئے تو وطن سے محبت ہماری رگوں کے خون میں شامل ہے ہمیں تو مرنے کے بعد بھی غسل دیا جاتا ہے، نئے لباس میں ملبوس کیا جاتا ہے کافور و عطر لگایا جاتا ہے اسی مٹی پر کھڑے ہو کر جنازے کی نماز پڑھا جاتا ہے پھر اس کے بعد زمین میں کھودی گئی قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔

آج بھی ہم ملک کے آئین میں یقین رکھتے ہیں، ملک کی عدلیہ پر یقین رکھتے ہیں اور جمہوریت کی قدر کرتے ہیں اور ہر ہندوستانی کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ جمہوریت کی ہی دین ہے کہ ملک میں عام انتخابات ہوتے ہیں ہر عاقل و بالغ ہندوستانی کو ووٹ دینے کا بھی حق ہے اور ووٹ مانگنے کا بھی حق حاصل ہے اور جمہوریت کو مزید خوبصورت بنانے کیلئے اور اس کی شان بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ آزادانہ اور منصفانہ طور پر عام انتخابات کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے اور عوام کھل کر حق رائے دہی کا استعمال کرے اور اپنے ذہن میں یہ بات ضرور رکھے کہ کثرت رائے جس کے حق میں ہوگی وہی حکمراں ہوگا اسی کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہوگی تو اب ہمیں سوچنا ہوگا کہ کن ہاتھوں میں ملک محفوظ رہے گا تو ان ہاتھوں کو مضبوط کریں تاکہ ملک سے فرقہ پرستی کا خاتمہ ہو سکے، ہجومی تشدد کا خاتمہ ہو سکے، سب کے ساتھ انصاف ہو سکے، سب کو برابری کا درجہ حاصل ہو سکے، اونچ نیچ، بھید بھاؤ کا خاتمہ ہو سکے اور صاف شفاف حکومت تشکیل پا سکے، جمہوریت میں چار چاند لگ سکے، آئین کی بالادستی قائم رہ سکے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم جذباتی نعروں اور جذباتی باتو کی رو میں نہ بہیں بلکہ جوش کے ساتھ ہوش میں بھی رہیں تاکہ بہتر اور کارآمد فیصلہ لے سکیں اسی میں بھلائی ہے اور اسی میں اچھائی ہے یوں تو ہر سال یوم جمہوریہ آتا ہے اور گذر جاتا ہے مگر امسال یوم جمہوریہ اپنے ساتھ ایک مخصوص تحفہ اور آفر لے کر آیا کہ ملک کی پانچ ریاستوں میں اسمبلی انتخابات ہونے ہیں جس کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے چنانچہ یوم جمہوریہ یہ پیغام دے کر گذر گیا کہ اے ہندوستانیوں تمہارے بیچ وہ لوگ جائیں گے جو خوب میرا تذکرہ کریں گے تو تم بھی ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا اور اندازہ لگانا کہ انہوں نے جمہوریت کے فروغ و تحفظ کے لئے کون سا کام کیا ہے اور یہ بھی اندازہ لگانا کہ وہ مستقبل میں بھی جمہوریت کا تحفظ کر پائیں گے کہ نہیں اس لئے کہ گاندھی جی نے ضعیفی میں بھی جوانوں جیسا حوصلہ دیکھایا اور جرأت دکھائی تمام مشکلات کا سامنا کیا، جواہر لال نہرو نے بھی گاندھی جی کے قدم سے قدم ملایا، مولانا ابوالکلام آزاد نے بیوی کے علاج کے لئے تحریک آزادی سے الگ ہونے کی شرط پر جیل سے ہونے والی رہائی کو ٹھکرایا اور علامہ فضل حق خیرآبادی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور اس فتوے کو نہ بدلنے کی انہیں کالا پانی کی سزا دی گئی اور جب رہائی کا پروانہ پہنچا تو علامہ فضل حق خیرآبادی کا جنازہ جا رہا تھا یہ تو ایک جھلک ہے مگر اسی سے اندازہ لگا جاسکتا ہے کہ ملک کی آزادی کیسے حاصل ہوئی ہے اور جمہوریت کا قیام کیسے عمل میں آیا ہے لہٰذا ہندوستان کے ہر فرد کے لئے لازمی ہے کہ وہ آئین کا احترام کرے اور جمہوریت کی قدر کرے۔

کھیل کی دنیا

آئی پی ایل ۲۰۲۲ء نئے فارمیٹ میں ہوگا

۲۶/مارچ سے شروع ہونے والے ٹورنامنٹ کی دس ٹیموں کو دو گروپ میں تقسیم کیا گیا، ہر ٹیم چودہ لیگ میچ کھیلے گی

آئی پی ایل ۲۰۲۲ء کے سیزن میں سبھی دس ٹیمیں چودہ لیگ میچ کھیلیں گی، جس میں ہر ٹیم پانچ ٹیموں کے خلاف دو اور چار ٹیموں کے خلاف ایک ایک میچ کھیلے گی۔ ہندستان کے کرکٹ کنٹرول بورڈ (بی سی سی آئی) نے ایک ریلیز میں اس کی تصدیق کی۔ اس کے ساتھ ہی آئی پی ایل کے اس سیزن کی دو سب سے کامیاب ٹیمیں ممبئی انڈینز اور چنئی سپر کنگز مختلف گروپس میں ہوں گی۔ ممبئی کو جہاں کولکاتہ نائٹ رائیڈرز، راجستھان رائلز، دہلی کیپٹلز اور لکھنؤ سپر جائنٹس کے ساتھ گروپ اے میں وہیں چنئی کو گروپ بی میں سن رائزرز حیدرآباد، رائل چیلنجرز بنگلورو، پنجاب کنگز اور گجرات ٹائٹنز کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ بی سی سی آئی کی جانب سے ٹیموں کے ذریعہ آئی پی ایل ٹائٹل جیتنے کی تعداد اور فائنل کھیلنے کی تعداد کے مدنظر سیڈنگ سسٹم کی بنیاد پر گروپ بنائے گئے ہیں۔

بی سی سی آئی نے ایک ریلیز میں کہا کہ آئی پی ایل کی گورننگ کونسل نے اپنی میٹنگ میں آئی پی ایل ۲۰۲۲ء کے سیزن کے حوالے سے کئی اہم فیصلے کیے ہیں۔ اس کے تحت ہوائی سفر سے بچنے کے لیے آئی پی ایل کا پندرہواں ایڈیشن ایک ہی ہب میں بائیو ببل میں کھیلا جائے گا۔ ہوائی سفر کو کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے لیے ایک بڑا خطرہ سمجھا جاتا ہے، جس سے کھلاڑی اور لیگز/میچز متاثر ہوتے ہیں۔ بی بی سی آئی کی طرف سے جاری کردہ ایک ریلیز کے مطابق پانچ بار کی آئی پی ایل چمپئن ممبئی انڈینز اپنے گروپ کی چار ٹیموں کولکاتہ، راجستھان، دہلی اور سپر جائنٹس کے خلاف دو دو میچ کھیلے گی۔

اس کے علاوہ گروپ کی دوسری ٹیم چنئی کے خلاف دو اور حیدرآباد، بنگلورو، پنجاب اور گجرات کے ساتھ ایک ایک میچ کھیلے گی۔ اسی طرح دفاعی چمپئن چنئی سپر کنگز کی ٹیم اپنے گروپ میں حیدرآباد، بنگلورو، پنجاب اور گجرات کے ساتھ دو دو میچ کے علاوہ ممبئی کے ساتھ دو اور کولکاتہ، راجستھان، دہلی اور سپر جائنٹس کے خلاف ایک ایک میچ کھیلے گی۔ اسی طرح دیگر ٹیمیں بھی اپنے چودہ لیگ میچ کھیلیں گی۔ بی سی سی آئی نے سب سے زیادہ ٹائٹل جیتنے والی ٹیموں ممبئی اور چنئی کو دونوں گروپوں کی ٹاپ ٹیم بنایا ہے۔

واضح رہے کہ ٹورنامنٹ ۲۶/مارچ سے شروع ہوگا اور فائنل ۲۹/مئی کو کھیلا جائے گا۔ پورا ٹورنامنٹ مہاراشٹر میں منعقد ہوگا جس میں ۵۵ میچ ممبئی میں اور ۱۵ میچ پونے میں کھیلے جائیں گے۔ لیگ مرحلے کے لیے چار اسٹیڈیموں کی نشاندہی کی گئی ہے جس میں وانکھیڑے میں ۲۰، بریبورن اسٹیڈیم میں ۱۵، ڈی وائی پاٹل اسٹیڈیم میں ۲۰، اور آخر میں گھونجے میں مہاراشٹر کرکٹ ایسوسی ایشن (ایم سی اے) کے گراؤنڈ میں ۱۵ میچ ہوں گے۔ ساتھ ہی اس بار ٹورنامنٹ شائقین کی موجودگی میں کھیلا جائے گا۔❑❑

چمپئنز لیگ کا فائنل مقابلہ روس کی جگہ پیرس میں کھیلا جائے گا

یوکرین پر روس کے حملے جاری رہنے کے بعد یورپی فٹ بال ایسوسی ایشن (یو ای ایف اے) کی ایگزیکٹیو کمیٹی نے مردوں کے فٹ بال چمپئنز لیگ کا فائنل روس کے سینٹ پیٹرز برگ سے فرانس منتقل کر دیا ہے۔ شیڈول کے مطابق ۲۸/مئی کو پیرس کے سینٹ ڈینس واقع اسٹیڈی فرانس میں کھیلا جائے گا۔ یو ای ایف اے نے ایک بیان میں کہا کہ یو ای ایف اے غیر معمولی بحران کے اس وقت میں یورپی کلب فٹ بال کے سب سے ممتاز کھیل کو فرانس میں منتقل کرنے کے لیے فرانس کے صدر ایمانویل میل خواں کا ان کی ذاتی حمایت اور عزم کے لیے شکریہ ادا کرتا ہے۔ یو ای ایف اے کی ایگزیکٹیو کمیٹی نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ یو ای ایف اے مقابلوں میں حصہ لینے والے روس اور یوکرین کے کلبوں اور قومی ٹیموں کو اگلے احکامات تک اپنے گھریلو میچ غیر جانبدار مقامات پر کھیلنے ہوں گے۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق یو ای ایف اے کی ایگزیکٹیو کمیٹی کا کہنا ہے کہ روس کے یوکرین پر حملے کے بعد ۲۰۲۲ء کی چمپئنز لیگ کا فائنل اب روس کی بجائے پیرس میں کھیلا جائے گا۔ یو ای ایف اے کے مطابق ہنگامی صورتحال کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا گیا ہے جس کے بعد روس سے اس میچ کی میزبانی کو واپس لیا گیا ہے۔

عثمان خواجہ نے خاندانی وجوہات کی بنا پر سڈنی تھنڈر کی ٹیم کو چھوڑا

آسٹریلیا کے سلامی بلے باز عثمان خواجہ نے خاندانی وجوہات کی وجہ سے بگ بیش لیگ (بی بی ایل) کی فرنچائزی سڈنی تھنڈر کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔ خواجہ نے ایک بیان میں کہا کہ میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس پر بات نہیں کرنا چاہتا۔ بحیثیت کرکٹر میں نے یہ سب سے مشکل فیصلہ کیا ہے کیونکہ سڈنی تھنڈر، اس کے کھلاڑی، کوچنگ اور معاون عملہ میرے لیے بہت معنی رکھتے ہیں۔ اس فیصلے کی اصل وجہ خاندانی وجوہات ہیں اور اب جبکہ میں اس ٹیم کو چھوڑ رہا ہوں، جو لوگ مجھے جانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ میرے دل کا ایک بڑا حصہ ہمیشہ تھنڈر کے ساتھ رہے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگ یہ سوچیں کہ میں نے سڈنی تھنڈر سے اپنے تعلقات توڑ لیے ہیں کیونکہ میں ہمیشہ کلب، کھلاڑی اور مجموعی طور پر تنظیم کا خیال رکھوں گا۔ واضح رہے کہ ۳۵ سالہ خواجہ نے ۲۰۱۱ء میں بی بی ایل ڈیبیو کے بعد سے اب تک سڈنی تھنڈر میں رہتے ہوئے ۵۹ میچوں میں ۱۸۱۸ رن بنائے ہیں۔ کرکٹ نیو ساؤتھ ویلز (سی این ایس ڈبلیو) کے سربراہ مائیکل کلنگر نے اس بارے میں کہا کہ یہ مایوس کن ہے کیونکہ عثمان تھنڈر کے بہت ہی معزز کھلاڑی ہیں۔ سڈنی تھنڈر اور سی این ایس ڈبلیو یقینی طور پر چاہتے تھے کہ وہ ہمارے ساتھ رہے اور ہم نے انھیں ایک انتہائی مسابقتی معاہدہ پیش کیا۔ ہم عثمان کے خاندان کے لیے کیے گئے اس فیصلے کی تعریف کرتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں۔

طب وصحت

کورونا وائرس متاثرین کیلئے فضائی آلودگی زبردست خطرہ

حالیہ دنوں میں ہوا کا کم ہونا ایک بڑا ماحولیاتی اور صحت کا مسئلہ بن گیا ہے، شہر دہلی، کولکاتہ، پٹنہ وغیرہ میں فضائی آلودگی کی سطح خطرناک حد تک پہنچ گئی ہے۔ فضائی آلودگی کی وجہ سے عوام کو سانس لینے میں دشواری کے مسئلے سے لے کر صحت کی متعدد پیچیدگیوں سے لڑنا پڑ رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ جو ایک بار کورونا وائرس سے متاثر ہو گیا اس کے لیے فضائی آلودگی بیحد خطرناک ہے۔

خراب فضا کورونا سے صحتیاب ہونے والے افراد کے لئے مضر

آپ میں سے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کورونا وائرس کے تباہ کن اثرات کا مقابلہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ بیماری کس طرح پھیپھڑوں کو متاثر کرتی ہے، سانس کی صلاحیتوں کو تباہ کرتی ہے اور مجموعی صحت کو انتہائی سخت طریقوں سے متاثر کرتی ہے۔

فضائی آلودگی جسم کے مختلف حصوں کو کیسے متاثر کرتی ہے؟

یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ شدید کورونا وائرس جسم پر دیرپا اثر چھوڑتا ہے، جسے پوسٹ کورونا وائرس سنڈرم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سانس کے مسائل، تھکاوٹ، بالوں کے گرنے جیسے مسائل پیدا کر سکتا ہے لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ کے پھیپھڑوں کو ٹھیک ہونے میں مہینوں لگ سکتے ہیں۔

ہوا کا معیار بگڑنا سانس کی صحت کو خراب کرسکتا ہے

خارش والی آنکھوں، جلد اور گلے کی جلن کے علاوہ ہوا کا خراب معیار آپ کے پھیپھڑوں کے لیے مؤثر طریقے سے کام کرنا مشکل بنا سکتا ہے اور یہ آپ کی مجموعی صحت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ فضائی آلودگی سے متاثر ہونے کے بعد اسپتال میں داخل ہونے اور بعض صورتوں میں موت کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو شدید کورونا وائرس انفیکشن سے صحت یاب ہو چکے ہیں ان کے لیے خود کو فضائی آلودگی سے بچانا بہت ضروری ہے۔

دمے کے مرض میں مبتلا افراد کو زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے

ماہرین صحت کے مطابق دمے میں مبتلا افراد کو فضائی آلودگی کے منفی اثرات سے لڑنے کے لیے اچھی طرح سے تیار رہنا چاہیے۔ اس مرض میں مبتلا ہونے والے بالغوں اور بچوں دونوں کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور خراب ہوا کے معیار سے لاحق خطرات سے لڑنے کے لیے ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔

پھیپھڑوں پر فضائی آلودگی کے اثرات کو کیسے کم کیا جاسکتا ہے

ماسک لازمی پہنیں، باہر جانے سے گریز کریں، سردی یا فلو کی علامات سے لڑنے کے لیے گھر پر ورزشیں کریں اور گھریلو علاج کریں۔❑❑

ادبیات

نبیؐ کے شہر کے سب گنبد و مینار اچھے ہیں

شمیم رامپوری

گلی کوچے وہاں کے سب در و دیوار اچھے ہیں
نبیؐ کے شہر کے سب گنبد و مینار اچھے ہیں

ثمر اچھے ہیں گل اچھے ہیں برگ و خار اچھے ہیں
غرض طیبہ کے سب دشت و جبل گلزار اچھے ہیں

تمام ہی انبیاء اللہ کے مخصوص بندے ہیں
مگر سب انبیاء میں سیدِ ابرار اچھے ہیں

صحابہ سب کے سب اچھے ہیں لیکن خاص کران میں
ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ، علیؓ یہ چار اچھے ہیں

وہ کی ہجرت جنھوں نے اور جنھوں نے انکی نصرت کی
مہاجر بھی وہی اچھے وہی انصار اچھے ہیں

پڑھا جائے جہاں قرآں نمازوں کی ہو پابندی
فرشتوں کی نگاہوں میں وہی گھر بار اچھے ہیں

نبیؐ کی نعت ہو اور نعت میں مدحِ صحابہ ہو
وہی بس نعت اچھی، نعت کے اشعار اچھے ہیں

شہید اچھے، شہادت کا مقام اچھا، صلہ اچھا
مگر حمزہ شہیدوں کے سپہ سالار اچھے ہیں

شمیم اس شہر کی ہر چیز ہے دیدار کے قابل
قدیمی اور موجودہ سبھی آثار اچھے ہیں

چاندنی کی راتیں مجھے شامِ غریباں ہوگئیں

قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوریؒ

بدلیاں گھر کر محیطِ ماہِ تاباں ہوگئیں
چاندنی راتیں مجھے شامِ غریباں ہوگئیں

سیلِ اشکِ غم بالآخر موجزن ہو کر رہا
کوششیں ضبطِ الم کی نذرِ طوفاں ہوگئیں

نقشِ فطرت بن گیا رنگین سے رنگین تر
عادتیں اِک روز آخر طبعِ انساں ہوگئیں

کون دیوانہ سمن زارِ جنوں میں آ گیا
جوشِ وحشت سے جو کلیاں چاک داماں ہوگئیں

فصلِ گل آئی ہے، چمکا ہے شہیدوں کا لہو
سرخیاں ہر غنچہ و گل میں نمایاں ہوگئیں

دل کے ارماں تو رہے تھے دل میں اے حافظؔ مگر
میری آہیں بھی تو میرے دل کا ارماں ہوگئیں

اچھلنے کی کوشش میں اوندھا گرا

فاروق ارگلی فقیرؔ

اچھلنے کی کوشش میں اوندھا گرا
اس احمق نے شیخی بگھاری جو تھی

چرا کر کوئی تیسرا لے گیا
وہ اِک شے ہماری تمہاری جو تھی

چمن دل کا سرسبز و شاداب تھا
محبت کی بادِ بہاری جو تھی

میں چلتا رہا اور تھکا بھی نہیں
کڑی دھوپ اپنی سواری جو تھی

ہوگئی دل کی تمنا پوری

ڈاکٹر راحت مظاہری

ہوگئی دل کی تمنا پوری
آپ کیا آئے جنابِ عالی

خود کو ڈسنے کے لیے اِک مدت
آستیں میں میں نے ناگن پالی

میری آنکھوں سے لہو جو ٹپکا
اس کے ہونٹوں کی وہی ہے لالی

ہائے کیا وقت پڑا یہ مجھ پر
پگڑی پیروں میں سبھی کے ڈالی

گھوم کے دیکھ لیا ہر جانب
داؤ سے کوئی نہیں ہے خالی

ایسا خوش ہے وہ بچھڑ کر مجھ سے
جیسے دنیا ہی میں جنت پا لی

گھر گھر ٹھنڈی جنگ نہیں کیا

زیبا جونپوری

ذہن ہمارے تنگ نہیں کیا؟
گھر گھر ٹھنڈی جنگ نہیں کیا؟

اور جہاد کسے کہتے ہیں
زندہ رہنا جنگ نہیں کیا؟

تنہائی کا شکوہ کیسا
ہم خود اپنے سنگ نہیں کیا؟

سارے جہاں سے ہٹ کر چلنا
سارے جہاں سے جنگ نہیں کیا؟

لوگ خدا کو ڈھونڈ رہے ہیں
اور خدا خود سنگ نہیں کیا؟

اور جنوں سے شکوہ کیسا
عقل بیچاری دنگ نہیں کیا؟

سراب تک شانوں سے لگا ہے
سنگ زنو! اب سنگ نہیں کیا؟

باہر سے کیا لینا دینا
اپنے اندر جنگ نہیں کیا؟

زیبا کیا ہے شاعر واعر
پھر بھی اس کا رنگ نہیں کیا؟

بقیہ— وسطی ایشیا کے مسلم ممالک...

ازبکستان ہائی وے اور چین-تاجکستان ایکسپریس وے شامل ہیں۔ چینی چیلنج کا مقابلہ کرنے کی کوشش میں، ہندوستان نے بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے منصوبوں کے لیے 1 بلین ڈالر کی لائن آف کریڈٹ کی توسیع کی ہے اور وسطی ایشیائی ممالک کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تعلیم کے شعبے میں مزید تربیتی اسامیاں اور اسکالرشپ فراہم کرنے کی پیشکش کی ہے۔

مجموعی طور پر نئی دہلی کو ان ملکوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو اور زیادہ وسعت دینے کے لیے سفارتی اور اقتصادی دونوں محاذوں پر اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ CARs ممالک ہر دور میں اس کے اتحادی بنے رہیں، تبھی دوطرفہ دوستی کو اور زیادہ مضبوط کیا جاسکتا ہے جو کہ دونوں کے مفاد میں ایک مثبت کردار ادا کرسکتی ہے۔ اگرچہ ان اقدامات نے یوریشین خطے میں آمدورفت کی کنیکٹیویٹی کے لیے ہندوستان کے وژن کو ایک نئی زندگی بخشی ہے، تاہم نئی دہلی کو امریکہ-ایران کشیدگی کے پیش نظر ان منصوبوں کی مسلسل عملداری کو یقینی بنانے کے لیے زمینی کارروائی کے ساتھ ساتھ ماہرانہ سفارت کاری کو مظاہرہ کرنا ہوگا۔

چونکہ وسطی ایشیا میں استحکام روس اور چین جیسے بڑے کھلاڑیوں کے مفادات کے لیے اہم ہے، اس لیے CARs کو افغانستان سے متعلق کثیرالجہتی فورمز پر توجہ مرکوز رکھنا ہوگی؛ ساتھ ہی ساتھ علاقائی تعاون کو بڑھانے کے لیے ہندوستان کے لیے CARs کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنانے کی اہمیت کو بھی اور زیادہ اہمیت دینا ہوگی۔ ❑❑

بقیہ— آسان نہیں مٹانا...

تنظیموں کی ذمہ داری ہے کہ وہ جلسہ وجلوس میں پیسہ خرچ کرنے کے بجائے افراد سازی میں پیسہ صرف کریں اور ایسے افراد تیار کریں جو تعلیمی، سیاسی، اور معاشی ہر اعتبار سے کامل ہوں؛ اس لئے کہ بابری مسجد کا فیصلہ آنے کے بعد موہن بھاگوت نے بڑی گرم جوشی سے یہ بیان دیا تھا ہم افراد سازی کا کام بڑی خاموشی کے ساتھ کرتے ہیں پھر نتیجے خود بہ خود شور مچاتے ہیں" اسی لئے علامہ اقبال نے کہا تھا؟ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ۔

۵. قومی یک جہتی: ایسے مخالف ماحول میں اس وقت سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جو ماحول اور ذہن بنا کر نفرت وعداوت کی کھائیاں پیدا کردی گئی ہیں انھیں پاٹ کر برادرانِ وطن تک محبت وانسانیت کا پیام پہنچایا جائے، نفرت کے جو شعلے فرقہ پرست طاقتوں نے بھڑکائے ہیں تو ان کو حسن اخلاق سے بجھایا جائے۔

٦. جمہوریت کی حفاظت: ان ہدایاتِ قرآنیہ کے ساتھ ساتھ موجودہ حالات میں ہر ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ متحد ہوکر ایک آواز، ایک طاقت بن کر دستور بچانے کے لیے کمربستہ ہوجائے، دستور کی حفاظت اور جمہوریت کی بقا کے خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کا عزم کرے، اور فرقہ پرست طاقتوں سے کہہ دیں کہ تمہارے پاس اگر حکومت ہے تو ہمارے پاس آئینِ ہند کی طاقت ہے، اور یہ ذہن میں رکھے کہ پہلے بھی ہم نے آزادی کے لیے لڑائی لڑی تھی، اور اب ہمیں دستور بچانے کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ اللہ عمل کی توفیق دے۔ آمین ❑❑

بقیہ :—— راستے بند ہیں....

اولین خواہش یعنی ایودھیا مندر، کشمیر سے آرٹیکل ۳۷۰ جیسی تمام باتیں تو پوری کرچکے ہیں۔ لنچنگ اور نماز پر پابندی وحجاب مخالفت وغیرہ جیسی باتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مذہبی اور کلچرل بنیاد پر حملہ ہوچکا، اور اس کو نفسیاتی طور پر ڈرا بھی دیا گیا۔ بس اب صرف اس کو آئینی طور پر دوسرے درجے کا شہری بنانے کا ایجنڈا بچا ہے۔ یعنی مسلمانوں سے اس کا پرسنل لاء پوری طرح چھین لو اور ووٹ ڈالنے کا اختیار ختم کرو۔ چنانچہ اب جلد ہی اس ملک میں یونیفارم سول کوڈ اور نئے شہری قانون کے تحت نیشنل پاپولیشن رجسٹر کا شور اٹھنے والا ہے۔ اتر پردیش کے مسلمانوں نے متحد ہوکر جو ووٹ کیا اس سے بی جے پی کو خطرہ ہوگیا تھا۔ وہ خطرہ این پی آر کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے ختم کیا جائے۔ اور ہندو راشٹر میں مسلمان کے کوئی شرعی حقوق بھی نہ بچیں، اس لیے یونیفارم سول کوڈ لاگو کیا جائے۔ اس طرح ملک کو نہ صرف باقاعدہ ہندو راشٹر بنادیا جائے بلکہ اس طرح ملک میں پھیلی معاشی بدحالی کے باوجود ہندو عوام کا ہندوتوا نشہ تیز تر کرکے آنے والے اسمبلی چناؤ اور آئندہ لوک سبھا چناؤ بھی جیتا جاسکے۔ ان حالات میں بس سردار جعفری کا وہ شعر یاد آرہا ہے جو کچھ یوں ہے:

کام اب کوئی نہ آئے گا بس اک دل کے سوا
راستے بند ہیں سب کوچہ قاتل کے سوا ❑❑

بقیہ :—— گاھے گاھے باز خواں...

ہے۔ ابھی حال ہی میں ۲۳/مئی ۲۰۰۶ء کی صدر محترم اور ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کی مشترکہ پریس کانفرنس جمعیۃ علماء ہند کی اسی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ صدرِ محترم اور ناظم عمومی نے پریس کانفرنس میں جس بے باکی اور جرأت کے ساتھ مسلم مسائل پر بات کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب جمعیۃ علماء ہند مسلم مسائل کے تعلق سے کوئی فیصلہ کن رول چاہتی ہے۔ جمعیۃ علماء ہند کی قیادت نے اپنے اس ارادہ سے وزیراعظم کو باخبر بھی کردیا ہے اور پریس کانفرنس میں جمعیۃ علماء ہند کے دونوں رہنماؤں نے یہ واضح کردیا ہے کہ اب جمعیۃ علماء ہند صرف وعدوں اور پروگراموں پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

بہرحال حکومت کیا کرتی ہے اور مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لیے کیا قدم اٹھاتی ہے یہ تو ابھی اس کی کارکردگی سے ہی معلوم ہوگا۔ مگر یہ بات طے ہے کہ اگر حکومت نے اپنا پرانا رویہ برقرار رکھا تو اسے نوٹ کرلینا چاہیے کہ مسلمان اب خاموش ہوکر بیٹھ جانے والے نہیں ہیں۔ وہ مسلسل نصف صدی سے زائد عرصہ سے اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کو برداشت کررہے ہیں۔ برداشت کی اپنی ایک حد ہوتی ہے اور شاید اب مسلمان اس حد تک جانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

بقیہ— تعلیم کے ساتھ ہنر بھی ضروری ہے

تبدیل کرتے ہوئے اسے دورِ حاضر کی جہتوں اور طلباء کی ذہنی صلاحیتوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ فنی کاریگروں کی محنت کی قومی وصنعتی سطح پر ہر ممکن حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ نوجوانوں میں فنی تعلیم وتربیت کے حصول کا شوق بڑھے۔ اس تربیت سے نہ صرف ملک کی صنعت وحرفت اور زراعت کی ترقی میں اضافہ ہوسکتا ہے بلکہ نوجوانوں کے فنی تعلیم سے مرصع ہونے پر اندرون اور بیرون ملک میں روزگار کے مواقع میں وسعت پیدا ہوسکتی ہے۔

ضروری ہے کہ فنی تعلیم سے آگہی، فروغ اور اس جانب رجحان کے لیے مڈل اور میٹرک کی سطح سے ایک یا دو ٹیکنیکل کورس نصاب میں بطور لازمی مضامین شامل کیے جائیں تاکہ طلباء کو ڈاکٹر اور انجینئر کے علاوہ بھی کوئی ایسا شعبہ دِکھائی دے جو بعدازاں انھیں معاشی سہارا دے سکے۔ ہنر اور تعلیم دونوں ہی شعورنو بیدار کرتے ہیں، جہاں تعلیم انسان کو باشعور اور عقل مند بناتی ہے وہیں ہنر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے، اس لیے تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنر کا حصول لازمی ہے تاکہ نوجوان زندگی کے کسی موڑ پر خود کو بے بس نہ سمجھیں اور جیسے بھی حالات ہوں ان کا مقابلہ کرسکیں۔

زراعت ایک ایسا شعبہ ہے جس سے ملک کی آبادی کا بڑا حصہ وابستہ ہے، اس شعبے میں ترقی اور جدت لانے کے لیے نوجوانوں کی توانائیوں کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ اور نوجوانوں کے ذریعے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرکے ملکی زرعی مصنوعات کو عالمی سطح پر متعارف کرایا جاسکتا ہے۔ اس شعبے سے وابستہ نوجوانوں کی حکومتی سطح پر سرپرستی ضروری ہے۔ یہ نوجوان دیہی ترقی میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ ان کی صلاحیتوں کو زراعت کے شعبے میں استعمال کیا جائے تو اس شعبے میں انقلاب آسکتا ہے۔ اس شعبے کو نوجوانوں کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ وہ جدید سوچ کے حامل، نئے اور بہتر کاروباری آئیڈیاز سے آگاہ ہوتے ہیں اور یہی کامیابی کی ضمانت ہیں۔

موجودہ حالات میں دن بدن بے روزگاری اور مہنگائی میں اضافہ ہورہا ہے لیکن باصلاحیت قابل نوجوان اپنے عملی اقدامات کے ذریعے گھر بیٹھے پیسہ کمارہے ہیں، جس کی مثال آن لائن کاروبار ہیں جن کو ملک میں تیزی سے مقبولیت حاصل ہورہی ہے۔ اس کاروبار میں نہ دوکان کرائے پر لینے کی پریشانی اور نہ ہی پگڑی دینے کا جھنجھٹ ہوتا ہے۔ بس گھر بیٹھے اپنا آن لائن اسٹور بنایئے، اسے مختلف مصنوعات سے بھریئے اور پھر دنیا جہاں میں ڈیلیوری کے ذریعے اپنے گاہکوں کو ان کی من پسند اشیا فروخت کیجیے۔

کامیاب آن لائن بزنس چلانے کے لیے آن لائن ای کامرس کی ویب سائٹ کھول کر آپ دنیا بھر کے لوگوں تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں۔ سادہ سا حل یہ ہے کہ آپ فیس بک پر اپنا پیج بنائیں اور اس کے ذریعے صارفین تک رسائی حاصل کریں۔ فیس بک آن لائن کاروبار کرنے والوں کے لیے پہلے سے تیار شدہ پیج کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ آپ نے اپنی ویب سائٹ یا سوشل میڈیا پیج بنا لیا۔ اب اگلا مرحلہ ہے اس پر آپ کیا مصنوعات پیش کریں گے۔ مثلاً کپڑے، جیولری، صابن وغیرہ، ملک میں کیش آن ڈیلیوری کا نظام بہت مقبول ہے۔

ای کامرس ہر وہ نوجوان شرع کرسکتا ہے جس کے پاس کچھ نہ کچھ اپنا ہنر فروخت کرنے کے لیے موجود ہو۔ تعلیمی اداروں میں بھی دوران تعلیم نوجوانوں کی صلاحیتوں کو نکھارنے کا کام کیا جائے۔ انھیں اخلاقیات، انسانیت، امن وآشتی، مذہب اور سائنس وٹیکنالوجی سے مکمل آگاہی فراہم کی جائے تاکہ صحیح انداز سے اپنے مستقبل کا تعین کرسکیں۔ اب تک ان کی آواز سنی ان سنی کردی گئی ہے۔ مناسب رہنمائی نہ ملنے، پیشہ وارانہ مہارتوں کی عدم دستیابی اور ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے ان کی توانائی رائیگاں جارہی ہیں۔ معیشت میں نوجوانوں کے عدم اشتراک کی وجہ سے بھی ہم دوسرے ممالک کی نسبت کہیں پیچھے ہیں۔ ریاست کو چاہیے کہ وہ نوجوانوں کے لیے بہتر حکمت عملی بنائیں اور ان کے ہنر کو آزمانے کے مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ ان کا مستقبل محفوظ بنایا جاسکے۔ ❑❑

بقیہ— مکتب کی تعلیم....

اپنے بچوں کی دینی واخلاقی تعلیم وتربیت پر اسی طرح خرچ کرنے کی عادت ڈالنی ہوگی جس طرح وہ اسکول تعلیم پر خرچ کرتے ہیں۔

فنڈنگ اور معیارِ تعلیم پر توجہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ ہمیں مکاتب کی تنظیم وترتیب نو پر بھی اپنی بھرپور توجہ صرف کرنی ہوگی۔ آنکھوں دیکھا مشاہدہ ہے کہ ہم نے کبھی مکاتب کو منظم ومربوط انداز میں چلتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ بے ترتیبی اور بے نظمی ہمیشہ ان کی پہچان بنی رہی، کیونکہ طلبہ و اساتذہ کا تناسب ان میں کبھی بھی متناسب و متوازن نہیں رہا۔ ایک استاد پر سو، ڈیڑھ سو اور بسا اوقات دو سو سے زائد طلبہ کا غیر مناسب تناسب ہمیشہ مکاتب کا مقدر بنا رہا، دیگر لوازماتِ تعلیم پر بھی دھیان نہیں دیا گیا، جبکہ اساتذ و طلبہ کا مناسب تناسب معیاری تعلیم کے لیے بیحد ضروری ہے۔ فن لینڈ تعلیم کے معاملے میں دنیا بھر میں اول نمبر پر براجمان ہے۔ وہاں ایک استاد پر محض نو طلبا کا تناسب نافذ ہے۔ آج شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مکاتب کو عظیم وترتیب نو کے سلک گوہر میں پروئیں۔ ان کے لیے نیا اور تقاضاہائے زمانہ سے ہم آہنگ نصاب تعلیم مرتب اور جاری کریں۔ ان میں طلبہ کی باضابطہ درجہ بندی ہو تاکہ بچے مکاتب کی تعلیم سے فارغ ہوں تو ان میں سے جو بچے اسکول جانا چاہیں انہیں آگے کی کلاس میں داخلہ لینے میں کوئی پریشانی نہ ہو اور جو اپنے مدارس کا رخ کریں، انہیں بھی اعلیٰ درجے میں داخلہ لینے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ ہاں! نصابِ جدید میں بھی اسلامی تعلیمات کو اولین ترجیح دی جائے تاکہ بچوں کا دین وایمان اس قدر مضبوط ومستحکم ہوجائے کہ وہ دین بیزار اور اسلام مخالف ماحول میں رہتے ہوئے بھی اپنے دین وایمان کی بہ آسانی حفاظت کرسکیں۔ ہم اس باب میں کیرالا کے مکتبی علی ماڈل سے بھی سبق لے سکتے ہیں جس کے حسن ترتیب وحسن انتظام کا چرچا ملک وبیرون ملک بھی خوب ہورہا ہے۔

قصہ کوتاہ! مکاتب کا احیا و قیام اور انہیں بہترین انداز میں چلانا، وقت کی اہم ترین ضرورتوں میں سے ایک ہے، کیونکہ ان کے بغیر ہم اپنے چار فیصد بچوں کے دین وایمان کو ممکن ہے، بچالیں گے مگر ۹۶ فیصد بچوں کا دین وایمان و اخلاق دین بیزار نظریات اور مادہ پرستانہ ذہنیت کو فروغ دینے والے ماحول کے رحم وکرم پر ہی منحصر ہوگا۔ اس لیے بھی مکاتب کا احیاء وقیام نہایت ضروری ہے اور اس پر بحیثیت مجموعی دھیان دینے کی شدید ضرورت ہے۔ ❑❑

بقیہ :—— منظر پس منظر

موجودہ تعزیری قوانین میں ترمیم، مودی حکومت کا ایجنڈا

نریندر مودی حکومت نے ملک کے فوجداری قوانین میں اس کے بقول جامع ترمیمات کا عمل شروع کردیا ہے۔ خواتین اور بچوں کی ترقی کی مرکزی وزیر سمرتی ایرانی نے پارلیمنٹ کو یہ اطلاع دی، انہوں نے ہر مرد کو عصمت ریزی کرنے والا کہنے اور ہر شادی کو زور زبردستی کا معاملہ قرار دینے کے رجحان کے خلاف انتباہ دیا۔ راجیہ سبھا میں سی پی آئی رکن بنوے وسوام نے مرکز سے سوال کیا تھا کہ آیا مرکز نے قانون تعزیرات ہند کی دفعات کے تحت میاں بیوی کے زبردستی جنسی تعلقات قائم کرنے والوں کو سزا دینے کے لئے کوئی موقف اختیار کیا ہے۔

سماج میں یہ بدبختانہ رجحان زور پکڑ رہا ہے کہ عورت اپنے شوہر کو جنسی تعلق قائم کرنے سے روک رہی ہے اور مزاحمت کررہی ہے، اگر مرد اس کے باوجود اپنی بیوی سے مباشرت کرتا ہے تو اسے زور زبردستی کا عمل کہا جارہا ہے اور اس بات کے لیے بعض گوشوں سے اصرار ہورہا ہے کہ بیوی کی مرضی کے خلاف اس سے زبردسی مباشرت کرنے والے مرد کے خلاف فوجداری کارروائی کی جائے۔ اس قسم کے مطالبوں میں شدت کے پیش نظر سمرتی ایرانی نے پارلیمنٹ میں حکومت کے موقف کی وضاحت کی اور اس رجحان کو قابل مذمت قرار دیا کہ ہر شادی کو زور زبردستی کا رشتہ بتایا جائے اور اپنی ہی بیوی سے شوہر کے جنسی تعلق کو فوجداری جرم قرار دینے کے لئے دباؤ ڈالا جائے۔ خواتین کے حقوق کا بے حد احترام ہے اور ہونا چاہئے لیکن ساتھ ہی خواتین کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی جنسی خواہشات کی تکمیل میں تعاون کریں اور انکار اور مزاحمت کا راستہ اختیار نہ کریں۔ بدقسمتی سے حقوقِ نسواں پر اس قدر زیادہ زور دیا جانے لگا ہے کہ باپ، شوہر بھائی جیسے رشتوں کا احترام کمزور پڑنے لگا۔ ایک طرف ماں باپ کی مرضی کے خلاف اپنی مرضی سے اپنے بوائے فرینڈ سے رشتہ ازدواج قائم کرنا اور پھر بعد کے دنوں میں بیویوں کی طرف سے شوہروں کو جنسی تعلق قائم کرنے سے روکنا اور اس کی مزاحمت کرنا بہت عجیب وغریب اور سنگین مسائل ہیں۔

ان مسائل سے محض قانون سازی کے ذریعہ نہیں نمٹا جاسکتا، مرد وخواتین کے انسانی حقوق کا احترام صنف نازک کے جذبات کی تسکین، اولاد کی پیدائش کی اہمیت، بڑوں کا ادب، چھوٹوں کا لحاظ، بزرگوں کا احترام، بچوں کی دلجوئی، ایسے موضوعات ہیں، جن پر معاشرہ میں شعوری بیداری کی مہم شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ مرکزی حکومت کا یہ اعلان قابل مذمت ہے کہ شادی شدہ مرد کا اپنی ہی بیوی سے اس کی مرضی کے خلاف جنسی تعلق قائم کرنے کے عمل کو فوجداری جرم قرار دینے کے لیے قانون سازی ہوگی، اگر ایسا کوئی قانون نافذ ہوگا تو اس بات کا احتمال رہے گا کہ شادی شدہ خواتین شوہر سے اپنی ناراضگی کا استحصال کریں گی اور غیر ضروری طور پر مرد طبقہ کو فوجداری جرائم میں ملوث کرتے ہوئے سلاخوں کے پیچھے بھیج دیا جائے گا نیشنل فیملی ہیلتھ سروے سال ۱۶-۲۰۱۵ء کی رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ سات فیصد شادی شدہ خواتین شوہروں کے جنسی تشدد کا شکار ہیں۔

ماہرین قانون خبردار کرچکے ہیں کہ شادی شدہ جوڑوں کے جنسی تعلق کو رضامندی سے تعلق اور زبردستی کے تعلق میں تقسیم کرنے سے معاشرہ کے تار پود بکھر جانے کے اندیشے ہیں، لہٰذا مودی حکومت کو قانون سازی کے حوالہ سے فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے گریز کرنا چاہئے، سب کے حقوق کا تحفظ ضروری ہے۔ نازک رشتوں کے تئیں شعور وبیداری پیدا ہونا چاہیے۔ ❑❑

اصلاحِ معاشرہ کیلئے صحابہؓ کے اخلاق و کردار کو عملی زندگی میں شامل کرنا ضروری

جمعیۃ علماء شمال مشرقی دہلی کی اصلاحِ معاشرہ مہم کے تحت نیو مصطفیٰ آباد میں اصلاحِ معاشرہ پروگرام میں مفتی سیّد محمد معصوم ثاقت کا اظہارِ خیال

نئی دہلی: ضلع شمال مشرقی دہلی میں جمعیۃ علماء کی اصلاحِ معاشرہ مہم اپنی تمام تر کامیابیوں کے ساتھ رواں دواں ہے جس میں ملک کے معروف اکابر علماء اپنے قیمتی بیانات اور مواعظ حسنہ سے عوام الناس کو نواز رہے ہیں۔ اس مہم میں صوبائی جمعیۃ کے عہدیداران کی شرکت اور حوصلہ افزائی خصوصاً مفتی عبدالرازق ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کی دلچسپی، ضلع صدر الحاج محمد سلیم رحمانی کی نگرانی اور ضلع ناظم مولانا جمیل اختر قاسمی کی رات دن کی محنت سے پروگرام بڑی شان و شوکت سے منعقد ہو رہے ہیں۔ اسی سلسلے کے تحت نیو مصطفیٰ آباد، دہلی کی مسجد فتح الباری میں اصلاحِ معاشرہ کا پروگرام منعقد ہوا جس میں ملک کے معروف عالم دین مولانا مفتی سیّد محمد معصوم ثاقب (ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند) نے مہمانِ خصوصی کے طور پر شرکت کی اور پر مغز خطاب کیا۔ انھوں نے اپنے خطاب میں عوام الناس کو متوجہ کرتے ہوئے اصلاحِ معاشرہ کے صحیح مفہوم کو تفصیلاً سمجھایا نیز کہا کہ مسلمانوں کے لیے جس طریقے سے نماز پڑھنے کا قبلہ خانۂ کعبہ ہے اسی طریقے سے معاشرہ کا کعبہ صحابہ کرام ہیں یعنی ان کا رہن سہن، ان کے اخلاق و اطوار، تعلیم و تعلّم، عبادات و ریاضات اور ان کی عجز و انکساری پایۂ تکمیل کو پہنچی ہوئی تھی، وہ ایک مکمل معاشرہ تھے، ہمیں ان کی معاشرت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگیوں کو گزارنے کی بھرپور کوششیں کرنی چاہئیں۔

پروگرام کا آغاز صوبہ دہلی کے سکریٹری قاری محمد ساجد فیضی کی تلاوت قرآن اور حلقہ کبیر نگر کے نائب ناظم مفتی محمد شاداب قاسمی کی نعت رسول سے ہوا جبکہ مولانا جمیل اختر قاسمی (ناظم ضلع) نے پروگرام کی نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ مولانا عبدالحنان قاسمی (نائب صدر جمعیۃ علماء صوبہ دہلی) کی صدارت میں منعقدہ اجلاس میں مفتی عبدالرزاق مظاہری نے جمعیۃ علماء ہند کے تعارف اور اس کی خدماتِ جلیلہ پر مختصر وقت میں انتہائی جامع اور قیمتی گفتگو کی۔ مفتی صداقت علی قاسمی امام و خطیب مسجد فتح الباری و استاذ حدیث مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ دہلی نے تمام مہمانان کا شکریہ ادا کیا اور پر تکلف ضیافت کی۔ اہم شرکاء میں مولانا محمد فرقان قاسمی، مولانا دلشاد احمد قمر مظاہری، مفتی اسرار الحق، مولانا محمد عرفان قاسمی، قاری اسرار الحق، الحاج محمد سلیم رحمانی، مفتی محمد گلزار دہلوی، مفتی سیّد محمد اسلم قاسمی، مفتی محمد فاروق قاسمی گنگوہی، مفتی محمد دلشاد قاسمی، قاری خورشید عالم فرقانوی، ڈاکٹر ضیاء الدین شمس، مولانا محمد ارشاد قاسمی، مفتی مطیع الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد ہارون قاسمی، مفتی مجاہد قاسمی، مفتی محمد ابصار قاسمی، مولانا سرتاج عالم قاسمی، مفتی شاداب عمر قاسمی، مولانا محمد قاسم مظاہری، قاری محمد ثمر الحق، قاری انیس احمد، مولانا محمد طاہر، قاری محمد شعیب، قاری محمد عارف، قاری محمد اشرف قاسمی، قاری محمد جاوید، حاجی نصیب الدین، مفتی مزمل قاسمی، مفتی محمد جوہر قاسمی، مولانا عبدالباری قاسمی، مفتی محمد جنید قاسمی، مفتی محمد موسیٰ قاسمی، مولانا محمد افتخار قاسمی، مولانا محمد زاہد، قاری عبداللہ سلیم، قاری محمد اکرام اللہ، مولانا محمد اسعد، حافظ محمد سرفراز، مولانا اظہار الحق قاسمی، مولانا غلام نبی، مفتی حامد حسین قاسمی، مفتی عبداللہ قاسمی، حافظ محمد یوسف، مفتی خلیل احمد راضی، مفتی خیر محمد قاسمی اور مفتی ریحان احمد قاسمی کے نام قابل ذکر ہیں۔

جمعیۃ علماء ضلع سدی پیٹ کے زیر انتظام جلسہ سیرت النبیؐ و تقسیم انعامات کا انعقاد

سدی پیٹ، ۸رمارچ: جمعیۃ علماء ضلع سدی پیٹ کے زیر انتظام عظیم الشان جلسہ عام بعنوان سیرت النبی صل اللہ علیہ وسلم و تقسیم انعامات کا انعقاد بصدارت پاسبان ملت حضرت مولانا حافظ پیر شبیر احمد صاحب صدر جمعیۃ علماء تلنگانہ و آندھرا و زیر نگرانی حافظ پیر خلیق احمد صابر صاحب جنرل سکریٹری جمعیۃ علما تلنگانہ و آندھرا عمل میں آیا بعد ازاں سیرت النبی کوئز مقابلہ میں امتیازی نمبرات حاصل کرنے والے طلباء و طالبات میں ۷۰ سے زائد اول، دوم، سوم اور ترغیبی انعامات بدست صدر محترم و مہمانان خصوصی تقسیم کئے گئے، اس سیرت کوئز معلوماتی امتحان میں ۳۳۰ طلبا و طالبات نے حصہ لیا ان کے علاوہ ۲۰ غیر مسلم طلباء و طالبات نے بخوشی امتحان میں حصہ لیا۔ اس جلسہ میں حافظ پیر خلیق احمد صابر صاحب نے خطاب کرتے ہوئے نوجوانوں کی بے راہ روی اور بگڑتے معاشرہ پر دل سوز خطاب کیا۔ مہمان خصوصی مفتی عبدالمعز شامزی صاحب جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ضلع جگتیال نے اخلاق نبوی صل اللہ علیہ وسلم پر پراثر خطاب کیا۔ ان کے علاوہ جناب سوریہ پرکاش سر پرنسپل پرتبھا ڈگری کالج اور ان کے ہمراہ پرتبھا ڈگری کالج کے ڈائرکٹر اور پرتبھا جونیر کالج کے پرنسپل نے بھی مہمان خصوصی کی حیثیت سے اس اجلاس میں شرکت کی بہت خوشی کا اظہار بھی کیا۔ جناب سوریہ پرکاش نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کے کالج کے جن طلبا و طالبات نے اس امتحان میں انعامات حاصل کیے ہیں ان تمام طلباء و طالبات کی سمسٹر فیس معاف کی جائے گی اور ہم ہمیشہ اس طرح کے امتحانات کے لئے علماء ضلع سدی پیٹ کے حوالے کریں گے۔

مولانا مفتی عبدالسلام قاسمی صدر جمعیۃ علماء ضلع سدی پیٹ نے کلمات خیر مقدمی پیش کیے، جلسہ کی کاروائی مفتی غیاث محی الدین صاحب نائب صدر جمعیۃ علماء ضلع کریم نگر نے چلائی، اس اجلاس میں شرکت کرنے والے مہمانوں کو مومنٹو پیش کرتے ہوئے شال پوشی کی گئی۔

اخیر میں حافظ سید عبدالمجید فیضی صاحب جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ضلع سدی پیٹ نے جلسہ میں شرکت کرنے والے مہمانوں سے اظہار تشکر کیا۔ اس اجلاس میں مولانا عدنان بن سعید، حافظ عظیم الدین امجد صاحب اور حافظ محمود صاحب نے مہمانوں کا استقبال کیا، ان کے علاوہ حافظ مسعود بن سعید، جناب یوسف، جناب عبدالرحیم، حافظ عتیق، حافظ عبدالواجد، جناب رحمت شریف، جناب عارف، حافظ خلیل، حافظ عبدالواجد شریف، جناب فاروق، جناب مجاہد، زاہد صاحب، حافظ، ابرار، حافظ اسرار و دیگر خدام جمعیۃ علماء ضلع سدی پیٹ نے پوری دلجوئی کے ساتھ جلسہ کے انتظامات کر کے اس اجلاس کو کامیاب بنایا۔ اس اجلاس میں مرد و خواتین کی کثیر تعداد موجود تھی۔ اس اجلاس کا اختتام مفتی عبدالمعز شامزی کی دعا پر عمل میں آیا۔

اسکولوں میں سر ڈھانپنے پر پابندی برقرار، حجاب اسلام کا لازمی جز نہیں، کرناٹک ہائی کورٹ کا فیصلہ

بنگلورو: کرناٹک حجاب تنازعہ پر ۱۵رمارچ کو کرناٹک ہائی کورٹ نے اہم فیصلہ سنایا ہے۔ عدالت عالیہ نے اڈوپی ضلع سے تعلق رکھنے والی مسلم طالبات کی جانب سے داخل کی گئیں متعدد عرضیوں کو خارج کرتے ہوئے اسکولوں اور کالجوں میں سر ڈھانپنے پر عائد پابندی کو برقرار رکھا۔ چیف جسٹس ریتوراج اوستھی، جسٹس کرشنا ایس دیکشت اور جسٹس جے ایم قاضی کی بنچ نے اس معاملہ پر اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ خواتین کا حجاب پہننا اسلام کا لازمی جز نہیں ہے۔ خیال رہے کہ اڈوپی کی کچھ طالبات نے کرناٹک ہائی کورٹ میں عرضی دائر کرتے ہوئے کرناٹک حکومت کے اس حکم کو چیلنج کیا تھا جس میں اسکولوں اور کالجوں میں حجاب پہننے پر پابندی عائد کر دی تھی۔ طالبات نے اپنی درخواست میں کہا تھا کہ انہیں کلاس کے اندر بھی حجاب پہننے کی اجازت دی جائے، کیونکہ یہ ان اعتقاد کا حصہ ہے۔ عدالت عالیہ نے طالبات کی عرضی خارج کرتے ہوئے کہا کہ وہ اسکول کی یونیفارم پہننے سے انکار نہیں کرسکتیں۔ ہائی کورٹ کے فیصلے سے قبل ریاست بھر میں سیکورٹی کے سخت انتظامات کیے گئے ہیں۔ کوپل، گڈگ، کلبرگی، داونگیرے، ہاسن، شیوموگا، بیلگام، چکبالا پور، بنگلور اور دھارواڑ میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کی گئی ہے۔ جبکہ شیوموگا میں اسکول اور کالج بند کر دیئے گئے ہیں۔ دوسری جانب ہائی کورٹ کے ججوں کی رہائش گاہوں کی سیکورٹی بھی بڑھا دی گئی ہے۔

کرناٹک میں حجاب پر تنازع جنوری میں اس وقت شروع ہوا تھا، جب یہاں اڈوپی کے ایک سرکاری کالج میں چھ طالبات حجاب پہن کر کالج میں داخل ہوئیں۔ کالج انتظامیہ نے طالبات کو حجاب پہننے سے منع کیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اسے پہن کر آئیں۔ اس کے بعد طالبات نے پریس کانفرنس کر کے کالج انتظامیہ کے خلاف احتجاج درج کرایا تھا۔ اس کے بعد حجاب کے تعلق سے کرناٹک سے لے کر پورے ملک میں تنازع شروع ہو گیا۔ اسکولوں میں حجاب کی حمایت اور مخالفت میں مظاہرے شروع ہو گئے اور معاملہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ تک پہنچ گیا۔ قبل ازیں، کرناٹک حکومت نے اسکولوں اور کالجوں میں یونیفارم کو لازمی قرار دینے کے احکامات صادر کئے تھے۔ اس کے تحت سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں مقررہ یونیفارم پہنی جائے گی، جبکہ نجی اسکول بھی اپنی خود کی یونیفارم کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ حجاب پر پابندی کے بعد کچھ طلبہ نے کرناٹک ہائی کورٹ سے رجوع کیا، لیکن ہائی کورٹ کی سنگل بنچ کی جانب سے اسے تین ججوں کی بنچ کو منتقل کر دیا۔ سماعت کے دوران عدالت نے عبوری طور پر تا حکم ثانی اسکولوں اور کالجوں میں مذہبی لباس پہننے پر پابندی کو برقرار رکھا تھا۔

سینئر صحافی رحمت اللہ فاروقی کی اہلیہ کا انتقال

نئی دہلی: 'قومی آواز' کے سابق سینئر صحافی رحمت اللہ فاروقی کی اہلیہ عالیہ خاتون کا تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ ایک روز قبل وہ اپنے بچوں کے ساتھ شادی کی ایک تقریب سے گھر پہنچی ہی تھیں کہ ان کی طبیعت اچانک بگڑ گئی۔ انھیں فوراً اسپتال پہنچایا گیا لیکن تب تک تاخیر ہو چکی تھی۔ مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور انتہائی ملنسار و خلیق خاتون تھیں۔ کورونا وبا کے دوران انھوں نے ضرورت مندوں اور خاص طور پر خواتین اور بچیوں کی کافی مدد کی تھی۔ مرحومہ کے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ان کی نمازِ جنازہ مسجد فضل الٰہی جوشی کالونی، منڈاولی میں بعد نماز عصر ادا کی گئی اور تدفین میور وہار فیز ٹو کے قبرستان میں ہوئی۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

یوپی میں آوارہ جانور ایک بڑا مسئلہ

مکرمی! گزشتہ سال نومبر کی بات ہے جب ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست اتر پردیش کے ایک گاؤں میں ایک شام ۵۵ سالہ رام راج اپنے گھر پر چائے پی رہے تھے کہ ایک گائے نے ان پر حملہ کر دیا۔ چند لمحے تک ان کے پوتے پوتیاں خوف و ہراس کے ماحول میں گائے کو انہیں کچلتا دیکھتے ہے۔ انہیں شدید زخم آئے اور ہسپتال لے جاتے ہوئے راستے میں ان کی موت ہوگئی۔ رام راج کی بہو انیتا کماری نے بتایا کہ رام راج کے تمام دانت ٹوٹ گئے تھے۔ پیٹ اور ہاتھوں پر زخم تھے۔ سینے پر بھی چوٹ تھی۔ پھر انہیں پوسٹ مارٹم کے لئے لے جایا گیا، ان کی موت ہوگئی۔ انہوں نے بتایا کہ اس دردناک حادثے کے بعد رام راج کی بیوی نرملا نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ وہ صرف چارپائی پر لیٹی اپنے شوہر کے لئے روتی رہتی ہیں۔ خاندان کو تشویش ہے کہ وہ زیادہ دن نہیں جی پائیں گی۔ آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑی ریاست اتر پردیش کے ایودھیا ضلع میں یہ پہلا واقعہ نہیں تھا۔ ریاست کے تقریباً ہر ضلع میں آوارہ مویشیوں نے کسانوں بالخصوں چھوٹے کسانوں کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔ مسئلہ جان و مال دونوں کے نقصان کا ہے۔ جب سے ریاست میں گائے کے ذبیحے پر پابندی لگی ہے، گایوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ریاست میں جاری اسمبلی انتخابات میں یہ ایک بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ ہندو گائے کو مقدس تصور کرتے ہیں لیکن حالیہ عرصے تک کئی کسان بھی اپنی بوڑھی گایوں کو مذبح خانے لے جا کر فروخت کر دیتے تھے۔ ریاست کے ایک کسان شیوجن کہتے ہیں جب گائے دودھ دینا بند کر دیتی یا بیل کاشتکاری کے لائق نہیں رہتے تو ہم انہیں فروخت کر دیتے تھے۔ مشکل وقت میں وہ ہمارا بیک اپ پلان ہوتا تھا۔ لیکن وزیر اعظم نریندر مودی کی قیادت میں بھارتیہ جنتا پارٹی نے اپنے ہندو ایجنڈے کے تحت گائے کے ذبیحے پر سخت پابندی عائد کر دی ہے اور ملک کی اٹھارہ ریاستوں میں اس پر پابندی ہے۔ ریاست کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ خود ایک سخت گیر بی جے پی لیڈر ہیں۔ انہوں نے سنہ ۲۰۱۷ء میں اقتدار میں آنے کے بعد مبینہ طور پر غیر قانونی کئی مذبح خانوں کو بند کر دیا تھا۔ حالانکہ یہ یوپی میں ایک بہت بڑا کاروبار ہے اور ریاست بھینس کے گوشت کا ایک بڑا برآمد کنندہ صوبہ ہے۔ مویشیوں کے تاجروں پر جن میں سے بہت سے مسلمان یا دلت ہیں، حملے بھی ہوتے رہے ہیں اور حملہ کرنے والوں کا تعلق اکثر بی جے پی یا مقامی دائیں بازو کے گروہوں سے پایا گیا ہے۔ لہٰذا اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے مویشی خریدنے یا لے جانے کے خوف سے کاروبار چھوڑ دیا ہے اور کسان اب اپنی بوڑھی گایوں کو بے سہارا چھوڑ دیتے ہیں۔ پوجن کہتے ہیں، اب کوئی خریدار نہیں ہے، تو کوئی بھی انہیں فروخت نہیں کرسکتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ وہ اور دیگر افراد عمر رسیدہ گایوں کو قریبی جنگلات میں چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ یہ آوارہ مویشی اکثر یوپی کے قصبوں اور دیہاتوں میں گھومتے نظر آتے ہیں، جہاں کسانوں اور مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ بھوکے رہتے ہیں اور اس کی وجہ سے جارح ہو جاتے ہیں۔ ایسی ہی ایک گائے رام راج کے گھر کے صحن میں داخل ہوئی اور جب وہ اور ان کے اہل خانہ خوفزدہ ہو کر چیخنے چلانے لگے تو اس نے ان پر حملہ کر دیا۔ خود پوجن پر حال ہی میں آوارہ مویشیوں کے ایک ریوڑ نے اس وقت حملہ کیا جب وہ انہیں اپنے کھیت سے بھگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ان میں سے دو نے مجھے نیچے زمین پر دھکیلنے کی کوشش کی اور میں اپنی جان بچا کر بھاگا۔ انہوں نے اپنا پٹی بندھا ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا کہ یہ اس وقت کٹ گیا جب وہ جان بچانے کیلئے خاردار تاروں پر سے کود کر بھاگے۔ پوجن عقیدت مند ہندو ہیں جو گائے کو مقدس مانتے ہیں، لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ حکومت کے اس حکم سے مایوس ہیں کہ ساری کی ساری گائے کی نسل کو تحفظ فراہم کیا جانا چاہیے۔ ان جیسے کسانوں کا کہنا ہے کہ آوارہ گائیں فصلیں تباہ کرتی ہیں، سڑک حادثات کا سبب بنتی ہیں اور لوگوں کی جان بھی لے لیتی ہیں۔

عبدالحسیب، فیض آباد

گھر کا ماحول پُر سکون رکھیں

مکرمی! گھر کا ماحول ٹھیک ہو تو انسان کو صبر و سکون ملتا ہے اور انسان خوشی محسوس کرتا ہے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ آج ہم اپنے گھر پر توجہ نہیں دیتے اور اپنے گھر والوں کی اصلاح بھی نہیں کرتے، سب سے زیادہ ضروری چیز گھر کی اصلاح ہے، اگر گھر کی اصلاح ہو جائے تو معاشرہ سماج اور ملک کی بھی اصلاح ہو جائے گی، اپنے گھر میں صبر و سکون کے ساتھ اور امن و شانتی کی فضا بنائیں، اپنے گھر والوں کے ساتھ صلہ رحمی کریں حسن سلوک کریں اور نرمی سے پیش آئیں گھر میں ایک دوسروں کو عزت و احترام دیں اپنے گھر کے ماحول کو بہتر بنائیں۔

عاطف شمیم انصاری، ممبئی

عمدہ اخلاق کو اپنا کردار بنائیے

مکرمی! عمدہ اخلاق انسان کو عزت و سکون عطا کرتا ہے۔ بداخلاق اور بدکردار انسان ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔ اللہ تمہاری شکل و صورت کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہاری نیتوں اور دل کو دیکھتا ہے۔ اگر ساری کائنات بھی اللہ کی فرماں برداری کرے تو اللہ کی عزت میں ذرا بھی اضافہ نہیں کرسکتی اور اگر ساری کائنات بھی اللہ کی نافرمانی کرے تو بھی اللہ کی عزت اور برتری میں ذرا کمی نہیں ہو سکتی۔ اللہ ہماری عبادتوں کا محتاج نہیں، اللہ تو بس تقویٰ و پرہیزگاری دیکھتا ہے۔ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت اور برتری نہیں ہے، مگر سوائے تقویٰ کے۔ تقویٰ کے ذریعہ ہی انسان اللہ کی نظر میں عزت و عظمت والا بنتا ہے۔ انسان کی پہچان لباس سے نہیں بلکہ اخلاق و کردار سے کی جاتی ہے۔ منہ میں زبان سب رکھتے ہیں، مگر کمال وہ کرتے ہیں جو سنبھال کر رکھتے ہیں۔ مال و دولت کا پجاری انسان ذلیل و خوار اور رسوا ہو کر رہ جاتا ہے۔ دنیا کے پیچھے بھاگنے والا دنیا دار بن جاتا ہے اور دین پر عمل کرنے والا دین دار بن جاتا ہے۔ دین دار بنئے، دنیا دار مت بنئے۔ دنیا کی چاہت اور محبت میں مت کھو جایئے۔ انسانیت کی عزت اور قدر کیجیے۔ اپنے اندر انسانیت پیدا کیجیے۔ نفرت اور بھید بھاؤ ختم کیجیے۔ اچھائی اور نیکی کے راستے پر چلئے۔ عدل و انصاف کیجیے۔ اپنی جھوٹی شان اور پوزیشن دِکھانا چھوڑ دیجئے۔ آخرت پر نظر رکھئے۔ صبر و شکر کیجیے، قناعت کیجیے، میانہ روی اختیار کیجیے، دنیا کے حساب سے نہیں بلکہ دین کے حساب سے چلئے۔

سیف الاسلام خان، جمال پور، ضلع دربھنگہ

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 11 March 2022 Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر ــــــــ عارف عزیز، بھوپال

برطانیہ میں مسلمانوں کیخلاف جانبدارانہ سلوک میں اضافہ

ملک میں بڑھتا ہوا تشدد اصل محرکات کیا ھیں؟

موجودہ تعزیری قوانین میں ترمیم، مودی حکومت کا ایجنڈا

برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف جانبدارانہ سلوک میں اضافہ

برطانیہ میں تیں لاکھ کے قریب مسلمان آباد ہیں جو اس ملک کی آبادی کا ساڑھے تین فیصد حصہ بتائے جاتے ہیں اور ان کی اکثریت کا تعلق برصغیر سے ہے جو ۱۹۵۰ کے بعد وہاں جا کر آباد ہوئے ہیں لیکن بحیثیت مسلمان انہیں برطانیہ میں تحفظ یا حقوق کی کوئی ضمانت آج تک نہیں مل سکی ہے جبکہ مذہبی بنیاد پر ان کے ساتھ امتیازی سلوک ایک عام بات ہے۔ستمبر ۲۰۰۱ء کا واقعہ تو بہت بعد میں پیش آیا، اس کے بعد تو برطانیہ کی زمین مسلمانوں کے لئے کافی تنگ ہوگئی ہے لیکن پہلے بھی ان کے ساتھ مذہبی بنیاد پر امتیازی برتاؤ ہوتا رہا ہے۔۱۹۹۸ء میں جنوبی لندن کی ایک مسجد کے افتتاح کے موقع پر جمع ہونے والے مسلمانوں کے ساتھ نہایت غلط سلوک اپنایا گیا اور اس میں

برطانیہ کا قانون جغرافیائی اور نسلی اکائیوں کو تو تسلیم کرتا ہے لیکن مذہبی اکائیوں کو نہیں مانتا، یہی وجہ ہے کہ برطانیہ میں موجود سکھ اور یہودی جیسی چھوٹی مذہبی اکائیاں جنہوں نے خود کو ایک نسلی اکائی تسلیم کروالیا ہے، جن مراعات کا فائدہ اٹھا رہی ہیں وہ بھی مسلمانوں کو حاصل نہیں۔

قانون کی محافظ پولس کا کردار نہایت جانبدارانہ رہا، گزشتہ دنوں وہاں سے کئی مذہبی مسلم عالموں کو ملک بدر کر دیا گیا، علاوہ ازیں کلاس روم سے طلباء کو ہی نہیں دفاتر اور عام مقامات سے بھی مسلم شناخت کے حامل لوگوں کو بدسلوکی سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے اور ان کی دادرسی اس لئے نہیں ہوتی کہ برطانوی مسلمانوں کو مختلف چھوٹی چھوٹی اکائیوں مثال کے طور پر بنگالیوں، پاکستانیوں، کشمیریوں، قبرصوں، ترکوں مینوں، مغربی ایشیائیوں اور بلقانیوں میں بانٹ کر رکھا گیا ہے۔وجہ یہ ہے کہ برطانیہ کا قانون جغرافیائی اور نسلی اکائیوں کو تو تسلیم کرتا ہے لیکن مذہبی اکائیوں کو نہیں مانتا، یہی وجہ ہے کہ برطانیہ میں موجود سکھ اور یہودی جیسی چھوٹی مذہبی اکائیاں جنہوں نے خود کو ایک نسلی اکائی تسلیم کروالیا ہے، جن مراعات کا فائدہ اٹھا رہی ہیں وہ بھی مسلمانوں کو حاصل نہیں، اس کے برعکس مسلمانوں کی تصویر بگاڑنے کا کام بڑے پانے پر ہو رہا ہے، جن میں ذرائع ابلاغ پیش پیش ہیں اور وہ نہایت شاطرانہ طریقہ سے اسلام پسندی کے رجحان کو، اسلامی انتہا پسندی بنا کر سامنے لا رہے ہیں، ۱۹۹۷ء میں لیبر حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد برطانیہ کے مسلمانوں کو توقع تھی کہ ان کے مسائل پر توجہ دی جائے گی لیکن اس میں پیش رفت ہونے کے بجائے صورت حال اور خراب ہوتی گئی، مسلمانوں کے ۶۰ میں سے صرف چار اسکولوں کو رومن کیتھولک اسکولوں جیسی مراعات حاصل ہیں۔

حالانکہ برطانیہ ایک جمہوری ملک ہے۔ جہاں ذات اور رنگ و نسل کے خلاف نعرے بہت لگائے جاتے ہیں، اسی کے ساتھ نسلی منافرت بھی شروع سے مقامی آبادی کا مزاج رہی ہے اور اب اس میں اتنا اضافہ ہوگیا ہے کہ نیشنل فرنٹ اور برٹش نیشنل پارٹی جیسی انتہا پسند تنظیمیں ان نسلی جذبات کو بھڑکا کر اپنی جگہ بنا رہی ہیں، اسی لئے برطانیہ کی ایشیائی نسل کی آبادی والی بستیوں میں آئے دن ہنگامے ہوتے رہتے ہیں، بڑھتے بڑھتے اس مرض نے حکومت کی ایجنسیوں خاص طور پر پولیس کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، ایشیائیوں میں پاکستانی اور بنگلہ دیشی اس طرح کے تعصب کا زیادہ شکار ہو رہے ہیں کیونکہ بعض وجوہ سے ان کا معیارِ زندگی اور تعلیمی سطح کافی گری ہوئی ہے۔ یہ رویہ ایک ایسی مملکت میں جسے جمہوری لحاظ سے مثالی قرار دیا جاتا ہے، صرف افسوس ناک نہیں ہے بلکہ قابل اصلاح بھی ہے۔

ملک میں بڑھتا ہوا تشدد: اصل محرکات کیا ہیں؟

آج کے ترقی یافتہ دور کی بدقسمتی یہ ہے کہ ہر سطح پر تشدد بڑھ رہا ہے۔ مادّی ترقی نے انسانیت کو اس بلند مرتبہ سے نیچے گرادیا ہے، اس کا اخلاق اور روحانی وجود مادی ترقی کی چمک دمک کے آگے ماند پڑ گیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ خودغرضی، مفاد پرستی، طبقاتی کشمکش، نسلی امتیاز، گروہی عصبیت، ظلم و ناانصافی اور سب سے بڑھ کر تشدد کے رجحان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، ہر طاقتور کمزور کے کندھوں پر سوار ہو کر اوپر اٹھنے کی کوشش میں مصروف ہے اور اس بات کی ذرا بھی اس کو فکر نہیں کہ اس کے اس عمل سے کس کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے، کس کا حق تلف ہو رہا ہے، کس پر بے جا ظلم ہو رہا ہے اور کیونکر انسانی اقدار کا جنازہ اٹھ رہا ہے۔تشدد کا یہ رجحان آج ہمارے ملک میں بھی نہایت تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے جو ایک تشویشناک بات ہے کیونکہ ہمارے ملک میں جمہوری طرزِ زندگی رائج ہے جس کا خاصہ ہے کہ اختلاف رائے کو پوری فراخ دلی سے برداشت کیا جائے اور باہمی اختلافات کو پوری خندہ پیشانی سے گفت وشنید کے ذریعہ دور کیا جائے، ہمارے ملک میں شہریوں کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کریں اور ان کے حصول کے لئے احتجاج کی راہ بھی اپنائیں لیکن یہاں کی جمہوری اقدار کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا یہ احتجاج پر امن ہو اور حقیر سیاسی مفادات کے لئے وہ تشدد کا مظاہرہ نہ کریں۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو تشدد کے اس ملک گیر رجحان کو بڑھاوا دینے کی سب سے زیادہ ذمہ داری تین باتوں پر نظر آتی ہے۔ایک اقتصادی نابرابری، دوسرے سماجی ناانصافی اور تیسرے فرقہ وارانہ فسادات کے طویل سلسلہ پر قومی ضمیر کی بے حسی، کیونکہ ساری تفریق وتقسیم کے باعث ہمارے یہاں عرصہ سے سیاسی و اقتصادی طاقت چند خصوص طبقوں میں گردش کر رہی ہے۔ آزادی کے بعد کی ترقی سے بھی زیادہ فائدہ ان ہی طبقوں نے اٹھایا ہے۔ پہلے عام ناخواندگی کے سبب اس خلش کو زیادہ محسوس نہیں کیا جاتا تھا لیکن آج حالات بدل رہے ہیں، تعلیم کا دائرہ پھیل رہا ہے، عوام نئے نئے نظریات سے متعارف ہو رہے ہیں اور ان کے سامنے معیارِ زندگی کا ایک دلکش نمونہ ہے اس لئے نئے عہد کا انسان صرف اس وجہ سے کہ ہمیشہ سے ہی ہوتا آیا ہے ہر چیز کو برداشت کرنے پر تیار نہیں، جب اسے اپنے اندر اٹھنے والے سوالات کا کوئی معقول جواب نہیں ملتا تو وہ ان بندھنوں کو توڑ ڈالنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جنہوں نے اس کے لئے زندگی کو نعمت کے بجائے زحمت کا درجہ دے دیا ہے۔ تشدد کے موجودہ مظاہروں کو اگر غور سے دیکھا جائے تو واضح ہو جائے

ماہرین قانون خبردار کر چکے ہیں کہ شادی شدہ جوڑوں کے جنسی تعلق کو رضامندی سے تعلق اور زبردستی کے تعلق میں تقسیم کرنے سے معاشرہ کے تار پود بکھر جانے کے اندیشے ہیں، لہٰذا مودی حکومت کو قانون سازی کے حوالہ سے فیصلہ کرنے میں جلدبازی سے گریز کرنا چاہئے۔

گا کہ یہ ہمارے سماج کا بڑھتا ہوا فرق ہے لیکن اس کی وجہ سے تشدد کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دنیا کے تمام مذاہب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر قابل ذکر مذہب میں ایسی تعلیمات اور ہدایات موجود ہیں جن سے تشدد کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور جن میں باہمی اختلافات کو فراموش کر کے خدا کی محبت میں متحد ہونے اور ایک دوسرے کے کام آنے کی تعلیم دی گئی۔ ہمارا ملک ہندوستان تو شروع سے عدم تشدد کے فلسفہ کا علمبردار رہا ہے یہاں مہاویر، گوتم بدھ، چشتی، نانک اور آخر میں بابائے قوم مہاتما گاندھی نے تشدد کے مقابلہ میں عدم تشدد یا اہنسا کی ضرورت واہمیت پر زور دیا ہے۔ کیونکہ تشدد انفرادی ہو یا اجتماعی ہر حال میں برا اور تباہی و بربادی کا موجب بنتا ہے، تشدد سے دنیا کے مسائل نہ پہلے کبھی حل ہوئے نہ آج حل ہو سکتے ہیں۔

(بقیہ ص۱۴ پر)

حجاب سے متعلق ہائی کورٹ کا فیصلہ ملک اور مسلمانوں کیلئے نقصاندہ

صدر محترم جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا سید محمود مدنی مدظلہٗ کا بیان

نئی دہلی، ۱۵؍مارچ ۲۰۲۲ء: جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر حضرت مولانا سید محمود اسعد مدنی نے کرناٹک ہائی کورٹ کے ذریعہ حجاب سے متعلق فیصلے پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اس کو ملک اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ قرار دیا ہے، انھوں نے کہا کہ اس سے مذہبی آزادی پر براہِ راست اثر پڑے گا۔مولانا مدنی نے کہا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی سماج صرف قانونی باریکیوں سے نہیں چلتا بلکہ سماجی وروایتی طور پر اس کا قابل قبول ہونا بھی ضروری ہے۔انھوں نے کہا کہ اس فیصلے کے کئی منفی اثرات مرتب ہوں گے، بالخصوص مسلم بچیوں کی تعلیم پر اثر پڑے گا اور وہ موجودہ پیدا کردہ صورتِ حال میں اپنی آزادی اور اعتماد کھو دیں گی۔انھوں نے کہا کہ پردہ ہمارے ملک کی بہت ہی قدیم روایت اور تہذیب ہے، بالخصوص مسلم خواتین کے عقیدے وتصور میں صدیوں سے پردہ اور حیا کی ضرورت واہمیت ثابت ہے، اسے صرف عدالت کے فیصلے سے مٹایا نہیں جا سکتا۔مولانا مدنی نے اس امر پر زور دیا کہ فیصلہ جس مذہب کے بارے میں کیا جا رہا ہے، اس کے مسلمہ عقائد، اس مذہب کے مستند علماء وفقہا کے اعتبار سے ہونا چاہیے، عدالتوں کو اس میں اپنی طرف سے علیحدہ راہ اختیار نہیں کرنی چاہیے۔مولانا مدنی نے ریاستی سرکاروں اور ملک کی مرکزی حکومت کو متوجہ کیا کہ وہ کسی قوم کی مسلمہ تہذیب وروایت (پرمپرا) اور عقیدے کی حفاظت کی ذمہ داری پوری کریں اور اگر مسئلہ عدالت سے حل نہ ہو تو جمہوریت میں پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کو قانون بنانے کا پورا حق ہوتا ہے، اس لیے قومی مفاد (راشٹر ہت) میں قانون ساز اداروں کو اقدام کرنا چاہیے۔مولانا محمود مدنی نے نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ سڑکوں پر احتجاج اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے سے گریز کریں اور صبر وثبات کا مظاہرہ کریں۔

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر اور دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم
امیرالہند حضرت مولانا قاری سیدمحمد عثمان صاحب منصورپوری نوراللہ مرقدہٗ
کی حیات و خدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کا
امیرالہند رابع نمبر
اپنی پوری شان کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے
صفحات: ۸۱۲ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت -/800
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای۔میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان
آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ
9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 91201006515126З
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

شرح خریداری
سالانہ 200/-
ششماہی 100/-
فی پرچہ 5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے 2500/-
دیگر ممالک کے لئے 3000/-
رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

Printed & Published by Mohammad Taiyab Khan on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.
Designing & Composing: HUMRAN AZMI